

شعربکیر

یعنی

ڈاکٹر اکملہ اور ماہر پروفیسر و سابق صدر شعبہ ہندی، الہ آباد یونیورسٹی کی تالیف

کیرپداولی "کا اردو ترجمہ

مقدمہ و حواشی

از

محمد انصار اللہ

اشاعت اول ۱۹۷۹ء

تعداد چھ سو

قیمت دس روپے

مطبع لیتھو گرافر پرنٹرس، علی گڑھ

ناشر محمد انصار اللہ (مترجم)

ملنے کے پتے:

بیت الابصار، پتہ ۲۸، سرسید نگر، علی گڑھ
یونیورسٹی اردو اکادمی، ۲۱-آر کے، ٹنڈن روڈ، لکھنؤ

اثر پردیس اردو اکیڈمی

کے

مالی اشتراک

سے

شایع ہوئی

डा० राम कुमार वर्मा

साकेल
४, प्रयाग स्ट्रीट
इलाहाबाद-२
दिनांक १७-३-७७

Dear Dr. Mohd. Ansarullah

..... I appreciate your talent
for literature. I gladly accord my
permission for the translation of
'Kabir Padavali.'

Kindly send its copy when
printed. With regards,

Yours Sincerely
Ram Kumar Varma

پروفیسر گیتان چنڈ صاحب
کے نام

گزارش: از ڈاکٹر اکمار ورمہ

مقدمہ: از ڈاکٹر اکمار ورمہ

کتیر کا تعارف

کتیر کے حالات زندگی

کتیر کی اہمیت

عہد کتیر میں ادب کی حالت

کتیر کے مطابق سنت مت کا روپ

شعر کتیر

خدا سے متعلق اشعار

مایا سے متعلق اشعار

رہس واد سے متعلق اشعار

ہشیوگ سے تعلق رکھنے والے شعر

تمثیلوں پر مشتمل اشعار

صوفی مت سے تعلق رکھنے والے شعر

متفرق اشعار

دل آئینہ ہے تو اس آئینے کو رونق دے
جو آنکھ دی ہے تو پھر خواب بھی دکھا کوئی

بھٹکتے رہنے کی سب منزلیں تمام ہوئیں
مرے خدا بچے رستا بھی اب دکھائی کوئی

(مشفق خواب)

۱۱۴

۱۲۶

۱۳۷

۱۴۲

۱۵۵

۱۶۸

۱۷۲

عرض مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈپٹی کلک حسین خاں نادر نے "تکلیف معلاً" (تالیف ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء) میں زبان ہندی (اردو) کے شیریں ہونے کی وجہ اس طرح بیان کی ہے کہ:

"حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم بنیاداً الصلوۃ والسلام کا

ورود بہشت سے پہلے ہندوستان ہی میں ہوا اور تکلم آپ کا

ابتداء اسی ملک میں واقع ہوا" (صفحہ ۶۵)

یہ بات مسلمانوں میں بہت پہلے سے مشہور چلی آتی تھی۔ پروفیسر سید حسن عسکری نے ایک موقع پر لکھا ہے کہ:

"پندرہویں صدی عیسوی (نویں صدی ہجری) کی تصنیف

'مناقبہ محمدی' یعنی سوانح حضرت سید محمد ابجدی (ابجد ضلع گجرات)

مرتبہ علی شیرازی قادری مرید خاص حضرت ابجدی کا باب ششم

".... دست بدعا ہوں کہ خداے پاک اپنا کرم خاص ہمیشہ آپ کے شامل حال رکھے۔ آپ نے بید پریشان کن حالات میں جس لگن کے ساتھ کام کیا ہے اس کی مثالیں کم پتی ہیں اور اسی وجہ سے میرے دل میں آپ کی بے پناہ قدر ہے۔"

رشید حسن خاں (دہلی)

"مناقب ہندی" کی تصنیف سے یقینی طور پر پہلے کا ہے اور اس کتاب میں ان سے یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے کہ
 "بعضی از محققان نوشته اند"

اگرچہ ان "بعضی از محققان" اور ان کی تصانیف کا ہمیں علم نہیں لیکن ان کو آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) یا اس سے بھی قبل کے زمانے سے متعلق سمجھنا چاہیے۔ اور نتیجہ کے طور پر یہ قیاس بیجا نہیں معلوم ہوتا کہ زبان کے بارے میں جن خیالوں کا اظہار حضرت انجھری نے کیا ہے وہ ہندوستانی مسلمانوں میں اور بھی پہلے سے عام ہو رہے تھے۔

سکندر لودی نے جس کا زمانہ "مناقب محمدی" کی تصنیف کے کچھ ہی بعد کا ہے حضرت آدم کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کا مزار موجودہ اجودھیا اسٹیشن کے پیچھے تعمیر کرکے گویا اس مقام کی بھی نشاندہی کر دی جہاں مذکورہ عقیدے کے مطابق حضرت آدم نے "ابتداءً" تکلم فرمایا تھا۔ اس طرح شعوری اور غیر شعوری طور پر ایک مخصوص نقطہ نظر کے مطابق اس جگہ کا تعین بھی ہو گیا جہاں سے زبان آدم یا بہ الفاظ دیگر زبان ہندی نکل کر ہر چار سمتوں میں پھیلی تھی۔ ہندوستان کے قدیم تر باشندوں کے عقیدے کے مطابق ہی اجودھیا کو مرکزی اور امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے بعض جدید قیاسوں کی بنیاد پر ان قدیمی روایتوں کو یکسر نظر انداز کر دینا

در بیان کلام و الفاظ آنحضرت بھی قابل لحاظ ہے... ہندی زبان کی خصوصیت کے متعلق پیرومیدے گفتگو ہوتی ہے:

عرض داشتیم، یاسیدنا! در لغات ہند از ہر زبان ہا حروف بیشتر است چنانچہ کسی غیر از مردان این اقلیم نتواند ہمہ حروف این دیار ادا نمود مثل ایناں۔ فرمود، مہتر آدم را خدا از بہشت در سراندیل افکند و او بہ ہر زبانہا واقف بود۔ قال اللہ تعالیٰ:

عَلَّمَ الْأَلْسِنَاءَ كُلَّهَا، وال برآں ست بہر گفتاری کہ خواستی سخن گفتی۔ در لغت ہند از حروف بسیار شد کہ شش ہر زبانہا ست و بعضی از محققان نوشته اند، حضرت آدم نیز ہر زبان ہندی بود... فرزند ان ابوالبشر بعضی یک لغت اخذ کرد و بعضی دو چہار لغت تالوخ۔ او نیز از ہمہ زبانہا تکلم کردی... ہر گاہیکہ از ہند ہمہ لغت بیرون گشتہ روحی و فارسی زبانہا وغیرہا مانا نامزد شدند، نیز موجب ہندیالائی توانند ہر زبان بیاموزند مانند صاحب آں زبان، و دیگران را گو بہ ہندی رغبت افتد چنانکہ گویند کہ زادہ ہند گوید"

(معاصرہ ۱/ ص ۷۹ تا ۸۰)

اس اقتباس میں حضرت انجھری نے بات جس طرح کہی ہے اس سے اس امر کی غمازی ہوتی ہے کہ وہ خود کو زادہ ہند سمجھتے تھے۔ ان کا زمانہ

ابتدای نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام "میں نقل کیا ہے :
 "وگماں کو کندہ کیجیج اولیاء اللہ بہ زبان ہندی تکلم نہ کر دہ :
 زیرا کہ اول از جمیع اولیاء اللہ قطب الاقطاب خواجہ بزرگ
 معین الحق والملة والدين قدس اللہ سرہ بدین زبان سخن
 فرمودہ بعد ازاں حضرت خواجہ گنج شکر قدس اللہ سرہ
 در زبان ہندی و پنجابی یعنی از اشعار نظم فرمودہ چنانکہ
 در مردم مشہور اند ... و ہچناں ہر کی از اولیاء بدین رسان
 تکلم می فرمودند تا کہ عہد خلافت ایشان با محقق یقین (یعنی ملک
 محمد جالسی) رسید و دی درین زبان بسیاری از مصنفات
 از رسائل و مطولات تصنیف فرمودہ"

یہاں ان تمام بزرگوں کے ارشادات اور ان کی زبان سے بحث کی
 گنجائش نہیں ہے اس لیے حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ سے متعلق
 صرف ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ جب ایک ہندو نے
 آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر "زبان بتصدیق کلمہ اسلام" کھولی تو
 "خواجہ اورا شادی دیو نام تہاد و تکمیل رسانید و
 شادی دیو در ہندی بمعنی فرحت دہندہ است" (خزینۃ الصغیر)
 لفظ "دیو" بمعنی دو [فعل دنیا سے سیخہ امر] اسی علاقے کی بول
 چال سے تعلق رکھتا ہے جس کا سطور بالا میں ذکر کیا گیا ہے۔

اس موقع پر ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب ہے

علی احتیاط اور انصاف سے بعید ہے۔
 باہر سے آنے والے مسلمانوں کی نظر میں اودھ کے علاقے کی
 اہمیت تھی۔ یہ بات اس طرح بھی ثابت ہوئی ہے کہ یہاں بہت قریب
 زمانے سے مسلم آبادی کا سراغ ملنے لگتا ہے۔ حضرت نصیر الدین اودھ
 جن کو بعد کے زمانے میں "چراغ دہلی" کہا گیا دہلی میں رہنے کے باوجود
 اودھ کے "مزار ہا و انہستان" کو یاد کرتے رہے جہاں وہ نماز فجر کے
 بعد مزاروں کے ساتھ "مشغول" رہا کرتے تھے (خیر المجاس ص ۷۷)
 انھوں نے اودھ میں ایک "برہ پتر" (بڑے پکانے والے) کی دوکان
 کا بھی ذکر کیا ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں کے دوکان پر پکائے اور
 بیچے جانے کے معنی یہ ہیں کہ اُس قدیم زمانے میں اُس علاقے میں
 مسلمانوں کی بہت اچھی آبادی قائم ہو چکی تھی۔ اُس علاقے میں خصوصاً
 کے ساتھ مسلمانوں کے آباد ہونے میں اُس عقیدت کو بھی ظاہر دخل
 تھا جس کا ذکر "مناقب محمدی" کے مذکورہ اقتباس میں ملتا ہے۔ اُس
 عقیدت کے سبب اُس عہد میں ہندوستان میں وارد ہونے والے
 تمام مسلمانوں کو علی التعموم اُس علاقے کی زبان سے جو خصوصی تعلق قائم
 ہو سکتا تھا اُس کا اندازہ "شارح اکھروٹی" کے اُس بیان سے بھی
 ہوتا ہے جو مولوی عبدالحق مرحوم نے اپنے عالمانہ رسالے "اردو کا

عہ "اکھروٹی" ملک محمد جالسی کی مشہور تصنیف ہے۔

نہیں کر سکتی۔ میاں سادھن، شیخ قطبن، عثمان اور قاسم وغیرہ کی تخلیقات اپنے اپنے زمانے میں جس طرح ملک کے مختلف گوشوں میں رائج ہوئیں اُس کے نتیجے میں بیشتر علاقائی بولیوں کی لفظیات ہی نہیں قواعد بھی جس حد تک متاثر رہی ہیں اُس کا اندازہ کر لینا بہت مشکل نہیں ہے۔ بعد کے زمانے میں ملک کے مخصوص سیاسی حالات کے نتیجے میں جب علاقائیت کو پھر فروغ ہوا تو مسلمانوں نے بھی حسب ضرورت مختلف علاقائی بولیوں کو سیکھنے اور اختیار کرنے کی کوشش کی لیکن بنیادی طور پر قدیم زمانے سے ہندوستان میں اُن کی زبان وہی تھی جسے سہولت کے لیے ہم جالیسی کی ہندی کہہ سکتے ہیں۔ پروفیسر حسین عسکری نے جن کا قدیم ہندی کا مطالعہ غیر معمولی ہے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ:

”مجھے قدیم برج بھاشا، راجستھانی، بہاری وغیرہ زبانوں میں کسی

مسلمان مصنف کی کوئی تصنیف نہیں ملی“ (معاصرہ/ ص ۵۷)

ملک محمد جالیسی کی ہندی ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی مشترکہ زبان کی حیثیت رکھتی تھی چنانچہ تاریخ برہانپور (مطبوعہ دہلی) میں شیخ بہاء الدین باجن برہانپوری کے بارے میں لکھا ہے

”اُس زمانے میں جو ملک ہند کی طرز زبان تھی اُسی طور پر کلمات شعر بہ مضمون تصوف کبھی کبھی موندوں فرماتے تھے... ازاں جملہ یہ ہے

پردہ پوری میں سے

یوں باجن باجے سے اسرار چھابے

۶

اہل دکن ”ہند“ کہہ کر شمالی ہندوستان مراد لیتے تھے لیکن خود شمالی ہندوستان میں اہل بنگال اور اہل پنجاب نے بھی اپنے علاقے سے الگ ”ہند“ کا ذکر کیا ہے۔ ہاں ہمہ جب اس وسیع و عریض ملک کا ایک واحد کے طور پر ذکر آیا ہے تو اس میں پنجاب، بنگال اور دکن سب کو شامل تسلیم کیا گیا ہے اسی طرح جب اس ملک کی تمام بولیوں کے لیے ایک مشترک اصطلاح کی ضرورت پیش آئی ہے تو اُن کو ہندی، ہندوی، ہندی کہا گیا ہے لیکن جب بھی اُس مخصوص بولی کا ذکر مقصود ہوا ہے جو دکن، پنجابی، بنگالی وغیرہ سے مختلف اور متمیز تھی اور شمالی ہند کے وسطی علاقے میں رائج رہی ہے تو اُس کے لیے بھی ہندی، ہندوی یا ہندیہ کے الفاظ ہی بولے اور لکھے گئے ہیں اور یہ امر واقعی ہے کہ اسی زبان کے شاعر کی حیثیت سے ملک محمد جالیسی ممتاز تھے۔ واقعہ یہی ہے کہ اس مخصوص زبان کا ہی یہ استحقاق ہے کہ اس کو ہندی، ہندوی یا ہندیہ کہا جائے کیونکہ مختلف زبانوں میں اس زبان میں ایسی تصانیف وجود میں آتی رہی ہیں جن کو ملک ہندوستان کے طول و عرض میں ہر طرف قبول عام حاصل رہا ہے۔ ملا داؤد کی ”چندائین“ دکن اور دکن تک میں پڑھی اور سمجھی گئی۔ کبیر کے دوہوں نے پنجاب تک کے علاقے میں رواج پایا۔ تلسی داس کی ”رام چرت مانس“ تو گویا اطراف ہند میں بن کر عوام اور خواص کی عقیدت کا سرچشمہ بنی ہوئی ہے۔ ہندوستان کی کوئی دوسری علاقائی زبان اس اعتبار سے اس ”پوری“ کی ہمسرہ

زمانہ مابعد کی مختلف تحریروں کا لسانی مطالعہ کرتے وقت اس حقیقت کو نظر میں نہ رکھنے کی صورت میں صحیح نتائج تک پہنچ جانے کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے۔

(صفحہ گذشتہ سے مسلسل)

یہ فتنی کیا کسی سے ملتی ہے جب ملتی ہے تب چلتی ہے
(پنجاب میں اردو متعلق مقالات شیرانی جلد اول صفحہ ۱۱)

اور :

"مناقب حضرت ابشاں بزبان دہلوی بیشتر است
جب رادوت جھوٹا جاؤ نہ تب تو آگہیں ہو داجا ہیہ"
(مقالات صفحہ ۱۶۹)

ڈاکٹر فرید صاحب کے پیش نظر جو دو بہتر نسخے ہیں ان میں ان دونوں مقاموں پر
"دہلوی" کی جگہ "ہندی" لکھا ہوا ہے اس طرح :
"در صفت دنیا میں درویش بہ زبان ہندی گفتہ است۔ گجری ..."

اور :

"ہمیں مضمون بہ زبان ہندی گفتہ شدہ است"

نسخہ شیرانی ظاہر اصل کی تلخیص ہے، اُس کے مندرجات پر اعتماد کر کے باجن کے بارے میں کوئی حکم لگانا مناسب نہیں۔ ڈاکٹر فرید صاحب کے نسخوں کے اندراجات میں شبہ کی گنجائش کم ہے، ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے چنانچہ تسلیم کرنا چاہیے کہ باجن اپنی زبان کو ہندی ہی کہتے تھے۔ دہلوی والی بات کسی کاتب کی اختراع ہے اور اُس سے باجن کا کوئی تعلق نہیں۔

مندل میں دھکے رباب رنگ میں جھکے
صوفی اُن پر ٹھکے

یوں باجن باجے رہے اسرار چھابے

(اردو کی ابتدا ی نشوونما صفحہ ۳)

اس اقتباس سے بھی ہمارے اس خیال کی توثیق ہوتی ہے کہ "پوری" کو اُس زمانے تک "ملک ہند کی طرز زبان" ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا

یہ پروفیسر محمود خاں شیرانی نے "پنجاب میں اردو" میں لکھا ہے کہ :
"باجن پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو کو زبان دہلوی کے نام سے یاد کیا ہے" (صفحہ ۲۹)
لیکن انہوں نے خود ہی یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ :

"یہ اشارہ میں نے ایسے نسخے سے لیے ہیں جو سخت غلط ہے اور بارہویں صدی کے خاتمہ کے قریب لکھا گیا ہو گا"
(ایضاً صفحہ ۲۹)

میرے کہ گستر ڈاکٹر شیخ فرید برہانپوری نے جن کا سلسلہ نسب شیخ باجن سے ملتا ہے اُن کے کلام کو نہایت کاوش اور محنت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ انہوں نے مطلع کیا ہے کہ :
"ازہ و معارف پروری جناب ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب نے نسخہ شیرانی کو ملاحظہ فرمایا اور لکھا ہے کہ نسخہ ناقص الاول اور ناقص الآخر ہے

نسخہ میں خزاہین کی تقسیم نہیں کی گئی ہے"

اُس نسخے میں دو جگہ "زبان دہلوی" کا ذکر آیا ہے :

"صفت دنیا بہ زبان دہلوی گفتہ ہے"

(باقی اگلے صفحہ پر)

اس کتاب کی اہمیت اور افادیت میں شبہ نہیں ہے۔

جدید ہندی کو (جو دیوناگری خط میں لکھی جاتی ہے) پچھلے چند برسوں میں جو ترقی حاصل ہو سکی ہے اُس کا بڑا سبب خود ہندی والوں کا علمی شغف اور ذوقِ تحقیق ہے۔ انھوں نے اُس سرمایے کو دیوناگری میں منتقل کر کے ہندی ادب کا جزو بنالیا جو اسلئے نہ صرف فارسی خط میں تھا بلکہ جو ایک مختلف مسابک اور نقطہ نظر کا بھی آئینہ دار تھالیہ اُن کی محنت اور کاوش ہی کا نتیجہ ہے کہ اردو کی ابتدا سے متعلق تحقیقات کے لیے بھی آج خود اردو والے اُن کے دستِ نگر ہو کر رہ گئے ہیں۔ کبیر سے متعلق بھی ہندی میں متعدد نہایت قابلِ قدر تحقیقی کارنامے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اردو میں اگرچہ بعض ابتدائی اور کاروباری قسم کی چیزیں بھی ہیں لیکن کبیر کے کلام کا مستند اور قابلِ اعتماد متن اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اردو کا ماہر لسانیات عجیب عجیب باتیں کرنے لگا ہے مثلاً ایک جگہ لکھتا ہے:

”کبیر داس نے پیرب... میں بیٹھ کر شکریوں اور دیو پاروں کے ذریعے پھیلتی ہوئی اُس زبان کو اپنا یا جسے خسرو نے زبانِ دہلوی کے نام سے یاد کیا ہے“ (مقدمہ تاریخ زبانِ اردو ص ۱۱) اور ذرا تو وقت کے بعد ہی وہ یہ کہتا ہے کہ:

”پندرہویں صدی کی ہندوستانی کی سب سے مستند شکل ہمیں کبیر ہی کے کلام میں ملتی ہے۔ یہ ایک طرح سے پنجابی، ہندوستانی،

کہا جا چکا ہے کہ اودھ اور اُس کے آس پاس کا علاقہ بہت قدیم زمانے سے مسلم اکابر اور صوفیاء کا مسکن رہا ہے۔ تصوف اِس علاقے کی فضا میں اِس طرح رچ بس گیا تھا کہ یہاں کی بتنی اہم تصانیف ہیں عموماً ایسے ہی مضامین اور مسائل پر مشتمل ہیں۔ پورب دیس کی اِس علمی اور متصوفانہ فضا میں کبیر بھی پیدا ہوئے جن کی غیر معمولی اہمیت کا اعتراف ہمیشہ کیا گیا ہے۔ اور اردو کے تمام مورخوں نے اُن کو اِس زبان کے اولین نقاشوں میں شمار کیا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے بھی لکھا ہے:

”سکندر لودی کے زمانے میں کبیر شاعر بنارس کے رہنے والے غم میں آنپڑھ تھے، گرور امانند کے چیلے ہو کر ایسے ہوئے کہ خود کبیر پنڈیوں کا مت نکالا۔ تصنیفات اگر جمع ہوں تو کئی جلدیں ہوں۔“ (آبِ حیات)

کبیر اُن عجوبہ روزگار اشخاص میں سے تھے جن کے بارے میں کوئی بات بھی یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی میرے مخدوم ڈاکٹر اکھار ورملا پرڈیہر و سابق صدر شعبہ ہندی، الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد) نے اُن کے حالات اور کلام کا بڑی کاوش اور اہتمام کے ساتھ مطالعہ کیا ہے اور بحدِ قیاس کبیر کے مستند کلام پر مشتمل ایک مجموعہ کبیر پد اولیٰ کے نام سے ہندی میں مرتب کر کے اب سے کوی چالیس برس پیشتر تیار کیا تھا۔ اُس کے مقدمے میں انھوں نے کبیر کے حالات اور کلام سے نہایت محنت، محبت اور احترام کے ساتھ بحث کی تھی۔ اتنی طویل مدت گزر جانے کے باوجود

برج سے مرکب زبان تھی جو صحیح معنوں میں شور سینی آپ بھاش
کی جانشین تھی۔ (ایضاً صفحہ ۱۴۹)

اس قسم کی تحریروں کو دیکھ کر بڑی مایوسی ہوتی ہے چنانچہ کبیر کے کلام کے
معتبر متن کی اشاعت کی ضرورت بار بار محسوس ہوتی ہے۔

ابتدائی اپنی پر راقم نے "کبیر کا پہلا ادبی" کا ترجمہ اشاعت کے لیے
تیار کیا تھا لیکن ایک زنگی بزرگ خود فرنگی کے سبب سے نوبت یہ اینجا رسید کہ
اُس درشت بلا میں کہ جہاں تھا گذر اپنا
جز سایہ غم کوں نہ تھا ہمسفر اپنا

تمام علمی کاموں سے مایوسی ہو چکی تھی کہ حسبِ لاسیاب نے پھر اپنا کرم
کیا۔ اُس روسیاء تیرہ بخت کا منہ کالا ہوا اور راقم کے لیے مختلف
قسم کے نقصانات جھیلنے کے بعد اس کتاب کی اشاعت کی صورت
پیدا ہوئی۔ الحمد للہ

اس ترجمے کے لیے ڈاکٹر گیان چند صاحب (پروفیسر و صدر،
شعبہ اردو، الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد) کے توسط سے کہ جو ہر آڑے
وقت میں میرے حال پر کرم فرماتے رہے ہیں، میں نے ڈاکٹر اکمار ورا
صاحب تک رسائی حاصل کی۔ ورا صاحب نے جس شفقت اور سہرت
کے ساتھ ترجمہ کرنے کی اجازت دی اُس نے دل کو عجیب طرح سے متاثر کیا
مزید کرم یہ فرمایا کہ وقتاً فوقتاً خط لکھ کر میری حوصلہ افزائی کرتے رہے۔
چنانچہ برس کی مدت میں تحقیق و جستجو کا کام بہت آگے بڑھ چکا ہے۔

اس لیے اس ترجمے میں اکثر مقاموں پر حاشیہ آراء کی ضرورت بھی
پیش آئی ہے۔ ان حواشی سے مقصود تو صحیح و تشریح ہے بحث مطلوب
نہیں ہے، اس لیے توقع ہے کہ ان سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوگا۔
کبیر کے کلام کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ اُسے سب سے پہلے
کس رسم خط میں قلمبند کیا گیا تھا۔ البتہ چونکہ وہ ہندو اور مسلمان دونوں میں
یکساں مقبول تھے قیاس چاہتا ہے کہ اُسے دیوناگری کے ساتھ ساتھ فارسی
خط میں بھی تحریر محفوظ کیا گیا ہوگا۔ اس کی جستجو کی جانی چاہیے۔

سہ ڈاکٹر محمد درویش نے "کبیر گزشتہ ادبی سے کبیر کا ایک مضرع اس طرح نقل کیا ہے
"ہمچو بودن بود خالق مرق ہم تم پیش"

یہ مضرع اندھن فارسی میں ہے جس میں بعض نفظوں کا تلفظ دیوناگری خط میں نقل و نقل کے نتیجے
میں کچھ سے کچھ ہو گیا ہے اور اب بامعنی بھی نہیں رہ گیا ہے کم و بیش ہی معاملہ ذیل کے شعر کا
بھی ہے جو "گم گزشتہ صاحب" میں محفوظ ہے اور جس کے ابجد ہے "اذا تجمیں آتے ہیں
"آسمان میان... دریا غسل کردن بود
... فقر... دایم... چشم جہاں... موجود"

ظاہر یہ بھی فارسی ہو میں ہے۔ ان کے علاوہ مختلف شعروں میں فارسی ترکیبوں کا استعمال بھی اس
خیال کا باعث ہے کہ شاید کبیر فارسی سے واقف تھے۔ اگر یہ صحیح ہو تو ان کے کلام کا فارسی خط میں
محفوظ ہونا اور بھی قیاس ہو جاتا ہے ضرورت ہے کہ اس پہلو سے متعلق تحقیق کی جائے۔ امد
کیونکہ کلام بھی ان کی حیات اور شخصیت کے بارے میں بھی بعض اچھے ہوئے ہو سکتے ہیں۔

راتم کی دشواریاں دوچند ہوئیں۔ اس کے لیے کتاب کا چند بار مطالعہ کیا۔ اس کی زبان اور لفظیات کا کبیر سے پہلے اور ان کے بعد کی پوربی (ہندوی) کی بعض تصانیف سے مقابلہ کیا۔ نتیجہ کے طور پر جو باتیں نمایاں ہو کر سامنے آئیں یہ ہیں :

ہندوی یا پوربی (جسے قدیم اردو کہنا مناسب تر معلوم ہوتا ہے) میں (२३) "ڑاں" کی آواز نہیں ہے۔ ایسے تمام لفظوں میں "ن" کی آواز تلفظ میں آتی ہے۔ "کبیر پہ ادلی" میں دونوں صورتیں موجود ہیں۔ اب "شجر کبیر" میں "ڑاں" کی جگہ "ن" لکھنے کا التزام کیا گیا ہے یعنی "سرن" اور "کارن" بجائے "شرنڑ" اور "کارنڑ"۔

قدیم ہندوی میں "ش" کی آواز کم از کم تحریر میں نہیں ملتی۔ اردو میں بھی "دیش" غلط ہے "دیس" صحیح ہے۔ اسی طرح "ویش" کی جگہ "پس" کو تصحیح مانا گیا ہے۔ "کبیر پہ ادلی" میں بھی بیشتر "شینہ" کو "شن" اور "درشت" کو "دسٹ" اور "پشت" کو "پست" وغیرہ لکھا گیا ہے لیکن یہی صورت بھی اس کتاب میں غیہ موجود نہیں ہے۔ "شجر کبیر" میں التزاماً دوسری صورت ہی کو جگہ دی گئی ہے۔

ہندوی میں بسا اوقات "ڑ" کی جگہ "ر" تلفظ میں آتا ہے۔ "خیر المجالس" میں بھی "ڑا" (پکوڑی کی قسم) کو "برا" لکھا ہے۔

"کبیر پہ ادلی" میں بھی جوری (جوڑی)، پتوری (پھوڑی)، کوار (کواڑ) کروا (کوڑوا) وغیرہ الفاظ ملتے ہیں۔ اس کتاب میں بعض جگہوں پر

"کبیر پہ ادلی" کے مولف نے کبیر کا کلام "ادسری گرو گرنٹھ صاحب" سے اخذ کیا ہے۔ یہ چونکہ سکھوں کی مذہبی کتاب ہے اس میں مندرجہ کلام کو تصرفات سے بالائے ترخیال کیا گیا ہے لیکن اس سلسلے میں بعض توجہ طلب امور یہ ہیں گرو گرنٹھ صاحب کی ترتیب کا زمانہ کبیر کے بعد کا ہے۔ اس درمیانی مدت کی بابت کون بات یقین کے ساتھ کہنی آسان نہیں ہے۔ گرو گرنٹھ صاحب کے مرتب سے جو ایک مذہبی بزرگ اور اپنے مخصوص معتقدات کے سرگرم مبلغ تھے ادلی اور بسا فی تحقیقات کی توقع کرنا غالباً بہت مناسب بات نہیں ہے۔ کبیر کا تعلق پورب دیس تھا، پنجاب کے غصے کوہ ماں سے ہرمکائی اور بسا فی بعد ہے ظاہر ہے۔ اس بعد کے نتیجے میں "کلام" کا اس اثر جس طرح متاثر ہوا ہو گا اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پوربی کے کلام کو گورکھی خط میں قلمبند کرنے کے نتیجے میں جن تبدیلیوں سے دوچار ہوا پڑا ہو گا اس کا بھی قیاس کیا جانا مشکل نہیں ہے چنانچہ سیدنا سادہ لفظ "جاتا" پنجابی میں "جانڑاں" (जातरा) ہو گیا۔ یقیناً نہیں تاکہ "بیر" ایسا بولتے رہے ہوں گے۔

"کبیر پہ ادلی" کے مولف نے گرو گرنٹھ صاحب سے لے کر کبیر کے کلام کو گورکھی خط سے جب دیوناگری خط میں دوبارہ منتقل کیا تو اس میں تبدیلی کے نتیجے میں متن کا پھر کم و بیش متاثر ہونا قدرتی بات تھی چنانچہ اس کتاب میں "کارن" اور "کارنڑ"۔ "جاتا" اور "جانڑاں" وغیرہ دونوں صورتوں میں لکھے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ اب اردو میں منتقل کرتے وقت

اس میں شبہ نہیں کہ "کبیر پداولی" کے مولف نے دیوناگری خط میں کبیر کے کلام کو اہتمام کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض مقاموں پر یا تو چھاپے والوں کی غلطی سے یا پھر پنجابی (گرمکھی) کی اتباع کے نتیجے میں کہیں کہیں تلفظ کی متضاد اور متخالف صورتیں بھی نظر آتی ہیں۔ "شعر کبیر" میں مذکورہ حقائق کی روشنی میں نہ صرف تصحیح کر دی گئی ہے بلکہ ضروری مقاموں پر اعراب بھی بنا دئے ہیں تاکہ قاری کو زیادہ دشواری نہ ہو۔

گر وگرنہ صاحب اردو خط میں بھی بہت اہتمام کے ساتھ شایع ہو چکا ہے۔ راقم نے "شعر کبیر" کی تصحیح میں جس نسخے سے مدد لی ہے اس کے سرورق کی عبارت یہ ہے :

ایک اونکار ست گم پر ساد

سری

گر وگرنہ صاحب جی آد

جس کو

بھائی جو ہر سنگھ گیا فی نے گورکھی سے لفظ بلفظ

اردو میں بہت محنت اور جانفشانی سے تیار کیا

حسب فرمایش

لالہ ہرکشن لعل صاحب (بیر سٹریٹ لا)

نولکھور پریس لاہور میں چھپوایا

"ڈ" (ج) بھی لکھا ہوا دیکھا جاسکتا ہے لیکن دیوناگری خط میں نیچے نقطہ بنا کر ج (ژ) لکھنے کا چلن قدیم نہیں ہے البتہ اردو خط میں "ژ" کا وید قدیم ہے اس لیے ایسے مقاموں میں پورب کی بول چال کے مطابق کہیں "ژ" اور کہیں "ڈ" کی صحت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے چنانچہ "شعر کبیر" میں "مونڈ" کو "مونٹر" (بمعنی سر) اور "چھا ڈ" کو "چھاڑ" لکھا ہے اس لیے کہ پورب کے علاقے میں ان لفظوں کا تلفظ اسی طرح سُننے میں آیا ہے۔

دیوناگری خط میں اگرچہ "ب" (ब), اور "و" (व) کے لکھنے کا طریقہ مقرر ہے لیکن بول چال ہی نہیں جدید ہندی کے عام لغات میں بھی یہ دونوں حرف بیشتر ایک دوسرے کے متبادل خیال کیے گئے ہیں مثلاً وشنو اور وشنو، ویریندر اور بریندر دونوں طرح درست ہیں۔ اس کے برخلاف اردو میں یہ دونوں مستقل حرف (مصوتہ) کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی تبدیلی سے لفظ کے معنی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً "بار" اور "دار" چنانچہ ترجمہ کرنے وقت فارسی خط میں دستیاب ہندوی کی تصانیف سے رجوع کرنا پڑا۔ معلوم ہوا کہ ان میں مقامی (ہندوستانی) لفظوں میں "و" پر "ب" کو ترجیح دینے کا رجحان پایا جاتا ہے اور یہی اردو کا بھی مزاج ہے چنانچہ اردو کی لغات میں بھی "پورب" (نہ کہ پورو) اور "بست" (نہ کہ دستو) وغیرہ الفاظ ملتے ہیں۔ کبیر پداولی میں بھی بعض لفظ مثلاً یسن (بجائے وشنو) اور پٹا (نہ کہ وشتا) لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ "شعر کبیر" میں بھی علی العموم تلفظ کی اسی صورت کو اختیار کیا گیا ہے۔

توسین میں لکھ دیا ہے۔ یہ عنوانات کبیر کے محرم کی تفہیم کے سلسلے میں بھی اہمیت رکھتے ہیں۔

”کبیر پادلی“ میں مشکل لفظوں کے معنی لکھے ہوئے ہیں۔ مترجم نے اس امر میں بھی مولف کے اتباع کی ہے اور اردو خواں حضرات کی ضرورت کو اس باب میں خاص طور سے پیش نظر رکھا ہے۔

آخر میں یہ اعتراف ضروری ہے کہ جب ”کبیر پادلی“ کے ترجمے کا منصوبہ بنایا تو میں نے سب سے پہلے اس کا ذکر پروفیسر حکم چند کبیر (بنارس) سے کیا۔ موصوف نے اس بارے میں میری نہایت حوصلہ افزائی کا بلکہ اکثر مسائل سے متعلق بتدبیرت افزائے نکات بھی بیان فرمائے۔ موصوف نے مکمل کر کے یہاں نے جناب نہایت الدین عمر کی خدمت میں بھیج دیا جو میرے ”نہ بنہ رنگوں میں سے“ میں انھوں نے کچھ مبادیات کے بارے میں موصوف نے ہمیشہ کی طرت اس کو بھی بہت غور کے ساتھ دیکھا اور بعض مقاموں پر

نشان بھی بنادے جن کی تصحیح یا توثیق میں نے اب کر دیا ہے۔
فتح جلالی صاحب (شعبہ تواریخ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کبیر میرے محرم فرما تیار انھوں نے بعض پریشانیوں میں جسد ہونے کے باوجود میری خاطر گرو گرنٹھ صاحب کا نسخہ تلاش کر کے عنایت کیا اور کبیر سے متعلق جو کام ہوئے ہیں ان سے باخبر کیا۔ موصوف نے ان کے دلالت پر میری ضیاء الدین انصاری صاحب سے بھی تحقیقی کاموں میں مدد مانگی ہے۔
ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں واجب ہے۔

اس کے آخری صفحہ کی عبارت سے اس اشاعت کا مقصد معلوم ہوتا ہے جو حسب ذیل ہے:

ایک اونکار ست گہر پر ساد

بھٹن اندر سجدہ کو ابھل کر دکھتا رہا

عرصے سے تمنا تھی کہ جو صاحب گورکھی نہیں جانتے

وہ اس دیر بے بہا سری گرو گرنٹھ صاحب جی آد

کے پاٹھ سے محروم نہ رہیں۔ اس لیے تین سال پوری محنت کر کے

روپیہ کثیر خرچ کر کے بھائی جو ہر سنگھ کیانی لاہور سے اردو میں تیار

کر آیا اور موقع موقع پر اعزاب لگائے گئے۔ امید کہ وہ صاحبان

جن کو اس پوتر گرو بانی سے پریم ہے اس سے لایہ اٹھائیں گے

موکھ دس روپے

نوٹ :- التجا ہے کہ اگر کوئی بھول چوک رہ گیا ہو تو مطلع فرمادیں

تاکہ دوسرے ادیشن میں رفع کی جائے

مینور لکھنؤ لائبریری لاہور

اس کے مطالعے سے کبیر کے کلام کی تصحیح سے متعلق جو امور اور پر بیان کیے

گئے ان کی نہ صرف تائید ہوئی بلکہ کلام کی صحیح قرات میں بھی بہت مدد ملی۔

”کبیر پادلی“ کے مولف نے کبیر کے کلام کو مختلف عنوانوں کے

تحت جی کیا ہے۔ مترجم نے اس ترتیب کو بچھ رہنے دیا ہے البتہ

”گرو گرنٹھ صاحب“ میں مندرجہ عنوانات کو بھی ہر جگہ کے شروع میں

ماخذ

”شجر کبیر“ میں جن کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں ان کی فہرست درج ذیل ہے :

آب حیات از محمد حسین آزاد
اردو کی ابتدا ای نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام از مولوی عبدالحق
پنجاب میں اردو از حافظ محمود خاں شیرانی
تلمیذیں معلّا از کتب حسین خاں ناوڑ (مرتب) محمد انصار اللہ
غزنیۃ الاصفیاء (جلد اول) مفتی غلام سرور
خیر المجالس (مرتب) خلیق احمد نقوی
گرو گرنہ صاحب (اردو) مطبوعہ ۱۹۰۷ء
مقدمہ تاریخ زبان اردو از مسعود حسین خاں (طبع چہارم)

(سہ ماہی) معاصر پٹنہ - حصہ ۴

میں یوپی اردو اکیڈمی کے اراکین کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے
نذرانہ علم نوازی اس کتاب کی اشاعت کے لیے مالی امداد سے اعانت
فرمائی میری خواہش ہے کہ زبان اردو کی ابتدا کے سلسلے میں ”پوربی“
کی ادبیات کو بھی کماحقہ اہمیت دی جائے اور ”شجر کبیر“ کی اشاعت
کے بعد اردو میں ”پوربی“ کے اہم تر متون کو اہتمام کے ساتھ نہ صرف
شایع کیا جائے بلکہ ان کے مطبع، تحقیق اور جستجو کا مذاق
بھی عام ہو۔ فقط۔

محمد انصار اللہ

دوشنبہ ۲۵ - دسمبر ۱۹۰۷ء

بیت الابصار
۱۲/۵ سرسید نگر، علی گڑھ

سال اشاعت ۱۹۲۱ء ہیر پراساد، نیشنل پریس
بنارس کینٹ۔

بالوشیام سندرواس جی نے کاسی ناگوری پرنٹ رنی سبھا سے
"کبیر گرنٹھا ولی" شائع کر کے ہندی ادب کے ساتھ بڑا احسان کیا ہے۔
انہوں نے کتاب مذکور کو نہت ۱۵۶۱ کے ایک قلمی نسخے کی مدد سے
مرتب کیا ہے۔ یہ قلمی نسخہ مستند ہے یا نہیں، یہ بات بحث طلب ہے
دوہ دو ہیں :

پہلی یہ کہ اس قلمی نسخے کے "دیباچہ" کا خط اصل کتاب کے خط سے
مختلف ہے اور

دوسری یہ کہ اس نسخے میں پنجابیت بہت ہے۔

یہ نسخہ بنارس میں لکھا گیا تھا۔ ترقیم یہ ہے :

"سنپورن سمیت ۱۵۶۱، لپی کرتا، وانا اس مدھیہ

شیم چند پٹھناٹھ ملوک واس ... الخ"

بنارس میں لکھے جانے کی وجہ سے اس میں پوربی پن زیادہ ہونا چاہیے تھا
لیکن اس کے برعکس اس میں پنجابی پن بہت ہے۔ کبیر کی بولی بھی "پوربی"
ہی ہے جیسا کہ انہوں نے خود اعتراف کیا ہے اس لیے اس نسخے میں
پنجابی پن کا ہونا اس کے بارے میں شبہ پیدا کرتا ہے "گرنٹھا ولی" کے
مرتب بالوشیام سندرواس خود بھی اس صورت کو خبہ کی نظر سے
دیکھتے ہیں اور وہ اس پنجابی پن کو "نسخہ نویسی کی غنایت کا ثمر" یا

گزارش

سہیتہ سیتلن کی طرف سے جن کتابوں کی اشاعت کا انتظام کیا
گیا ہے ان میں "کبیر پداون" بھی ہے۔ جس وقت سہیتا پن نے مجھے "کبیر پداولی"
کی تالیف پر مامور کیا سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ کبیر کے کلام کا کوئی
مستند متن مجھے دستیاب نہیں تھا۔ اگرچہ کبیر کے کلام کی چند اشاعتیں
سامنے آچکی ہیں، ان میں سے ہر ایک کے متن کے مستند ہونے میں
شہ کے گنجائش موجود ہے۔ ابھی تک کبیر کی تخلیقات کے حسب ذیل
تین مجموعے چھپے ہیں :

۱۔ کبیر گرنٹھا ولی : (ناگوری پر چارنی سبھا)۔

سال اشاعت ۱۹۲۱ء، انڈین پریس لمیٹڈ، پریاگ۔

۲۔ سنت بانی سنگرہ : (ولبیڈ میر پریس)۔

سال اشاعت ۱۹۲۱ء، ولبیڈ میر پریس، لاہ آباد۔

۳۔ بیچک مول : (کبیراچورا، بنارس)

معتبر صورت میں اپنے ہند میں مروج سنتوں کے اقوال کو نو آفریدہ
گر و لکھی خط میں قلمبند کیا تھا۔ پھر یہ گرنٹھ صاحب سکھوں کی مذہبی کتاب
ہے۔ اُن لوگوں کے نزدیک یہ مجموعہ عبادت کی چیز ہونے کے سبب
اپنی صورت میں ناقابل تبدیل رہا اور اس کے متدرجات میں تصرف
کی کسی کو جسارت نہ ہو سکی یہاں تک کہ اس کے ایک ایک حرف اور
ایک ایک اعراب کو منشر کی حیثیت دیکر اُس کو اصل صورت میں لکھنے
اور چھاپنے کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ گرنٹھ گر و لکھی خط میں ہے جب اُسے
دیوناگری خط میں چھاپا گیا تو "لفظ کی جگہ لفظ" کے اصول پر اصل کو
قائم رکھا گیا کیونکہ سکھ مذہب کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ :
"ہمان بُدشوں کی طرف سے حرفوں کے جوڑ توڑ کی اُس صورت میں"
جس طرح منتر دیوناگری میں ہو کرتے ہیں، اُن کے ظاہر میں بھی ایک

بمقام اس موقع پر دو امور توجہ طلب ہیں :

(الف) کبیر کے مسکن اور گرنٹھ صاحب کے بزرگ مرتب کے مسکن میں پورب کچھم کا فاصلہ
تھا، دونوں مقاموں کی بونیوں کے اختلاف سے قطع نظر ان جگہوں کے بسنے والوں کے
لب و لہجہ اور الفاظ کی ادائیگی میں بھی نمایاں فرق ہے۔ کبیر کے عدلتے کا "پتھر" وہاں
"پھتر" اور "جانا" بدل کر "جانڑاں" ہو جاتا ہے۔

(ب) کبیر اور سری ارجن دیو کے مابین جو فصل زمانی ہے کلام اور روایتوں میں تصرف
اور لحاظ کے نقطہ نظر سے وہ بھی بہت اہم ہے۔
(مترجم)

"پنجابی سادھوؤں کی سجت کا اثر" خیال کرتے ہیں۔ بہر حال کبیر کی شاعری
کا مستند متن ابھی تک دستیاب نہیں ہے۔

ولبیڈیر پریس سے شایع ہونے والا "سنت بانی سنٹرہ"
متن کی دوسری روایت ہے جو زیادہ تر کثرتوں اور مہاتماؤں کے
ذریعے جمع کیے گئے مواد کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے بارے
میں بھی وثوق کے ساتھ کوئی بات نہیں کی جاسکتی۔

"کبیر چورا" سے شایع ہونے والے "بیجاک مول" کا متن متحدہ
تحریروں پر مبنی ہے۔ اس کے مرتب سادھو نکھن داس اور سادھو
راے پھل داس لکھتے ہیں :

"اپنے متن اور اس مجموعہ کی تصحیح گیارہ مجموعوں سے کی گئی ہے
جن میں چھ یادداشتیں شامل ہیں اور پانچ قلمی کتابیں ہیں۔ لیکن
ان سب مجموعوں کو ساکھی روپ میں رکھا گیا صرف مقام چورا کا ہی
کے قدیم اور متبادل متن پر خصوصی زور دیا گیا ہے"

لیکن "کبیر چورا" کا یہ متن کس قدیم نسخے پر مبنی ہے یہ بات مرتب نامیوں
نے نہیں بتائی، اس لیے یہ متن بھی مشتبہ ہے۔

میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل اعتماد متن "سری آدرن"
گر و گرنٹھ صاحب کا ہے۔ اس گرنٹھ صاحب کی تدوین پانچویں گرو
سری ارجن دیو نے سنہ ۱۶۹۷ء (مطابق سنبت ۱۶۶۱) میں کی تھی۔ سنہ ۱۶۹۷ء
کا یہ متن مستند ہے اس کا سبب یہ ہے کہ سری ارجن دیو نے زیادہ سے زیادہ

کو نظر میں رکھیں تو آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں اس لیے تمام صورتوں کا مطلب درج کرنے کو غیر ضروری سمجھا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ اس مطالعہ سے طالب علموں کو کبیر کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل ہونگی۔

شعبہ ہندی
پریاگ و شو دیا تپہ
۴ - ۳ - ۶۳۷

راکمارورما

غیبی قوت ہوتی ہے جس کو معمولاً ہم لوگ نہیں سمجھ سکتے لیکن اُن کے ورد میں بجنہ تنقظ سے ہی پوری رسد تھی، حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ سری گرو گرنتھ صاحب جی کے اتنی فیصدی لفظ ایسے ہیں جن کو ہندی واں ٹھیک ٹھیک سمجھ سکتے ہیں۔ اس خیال کے مطابق یہ ہندی صورت گرو مکھی کے مطابق ہی رکھی گئی ہے یعنی صرف گرو مکھی حروف کی جگہ ہندی (دیوناگری) حروف ہی لیے گئے ہیں۔

[آدسری گرو گرنتھ صاحب جی، عرض ناشر، صفحہ ۱،

موہن سنگھ وید، ترن تارن، امرتسر ۱۹۲۷ء]

اسی طرح "آدسری گرو گرنتھ صاحب" کا جو متن ۱۹۱۷ء میں گرو واجن دیو نے پیش کیا تھا وہ آج بھی اپنا اولین صورت میں موجود ہے۔ اسے کسی پنڈت نے درست کرنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ غرض اس متن کو ہم زیادہ سے زیادہ مستند شکل مان سکتے ہیں یہی متن زیر تالیف کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

اس مجموعہ کا "مقدمہ" کچھ زیادہ طویل ہو گیا ہے لیکن اس سے کبیر کی اہمیت کا علم حاصل ہوتا ہے اس لیے طلباء کے قاید کے خیال سے اس تفصیل کو بھی پسند کیا گیا ہے۔ حاشیہ پر کبیر کی لفظیات دے دی گئی ہیں جن میں خاص خاص لفظوں کے معنی بیان کر دئے گئے ہیں۔ بیشتر صورتیں معمولی ہیں اور شیوگ

کبیر کا تعارف

پندرھویں سو گھوڑوں صدی (عیسوی) میں کبیر کی شاعری کو ہندی ادب کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اُس میں شخصی اور سماجی زندگی کی جتنی پیچیدہ اور غیر پیچیدہ صورتیں ملتی ہیں اتنی ہمیں دوسرے شاعروں کے یہاں نہیں ملتیں۔ ساستروں کے اصول عوام میں جتنے زیادہ مقدس تسلیم کیے جاتے تھے اُن کا اپنا لینا اُننا ہی مشکل بھی تھا۔

اول تو ساستر کے اصول صرف تجرد کے حاملوں تک محدود تھے۔ عوام کا اُن کے ساتھ قریبی تعلق نہ تھا۔
ثانیاً سسترت میں تحریر ہونے کے سبب اُن کی تلقین آسانی سے ممکن نہیں تھی۔

تیسرے اُن کا حاصل عوام کے معمولات سے میل نہیں کھا سکتا تھا۔
چوتھے سیاسی ماحول بھی اُن کے لیے سازگار نہ تھا۔

مقدمہ

[کبیر کے حالات اور شاعری]

از
ڈاکٹر راکھما ورما

یا تحریری علم کو شیطان کے غلبہ کا ذریعہ یا آلہ سمجھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی عقیدے میں انفرادی تجربات اور مرشد (گورو) کے بتائے ہوئے راستے کو اہمیت دی گئی ہے۔ اسی لیے گہر کا مذہبی نقطہ نظر بنیادی طور پر علم صحبت پر منحصر رہا ہے۔ معاشرتی ہے اور محض کتابی نہیں ہے۔ اپنے اس علم صحبت کو انھوں نے اپنی علم کے مذہبی مباحث کا موضوع بھی نہیں رہنے دیا ہے بلکہ اُسے محدود دائرہ سے نکال کر عوام انسان کے لیے ایک آسان اور سریع تفہیم علم کی حیثیت سے پیش کر دیا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اہل علم کی غیر ضروری تقدیس ختم ہوئی اور علم معرفت یا وجہ ان ہی گویا فرد کی زندگی کی تعمیر و تشکیل و ذریعہ بن گیا۔ اس طرح شاہستروں کے پیچیدہ کان روشن، اور اختلافوں سے بری فضا بطوں کے جو بھی اثرات تھے وہ معاشرتی زندگی کے ہر پہلو میں سما کر معمولات بن گئے اور ان کا عوام الناس سے زیادہ قریبی تعلق قائم ہوا۔

کبیر نے دوسرا کام یہ کیا کہ مذہب کے جو اصول مذکورہ میں لکھے اور پڑھے جا رہے تھے انھیں عوام کی ہلکھائی میں بیان کر کے معاشرہ کے تمام طبقات کے استفادہ کے لائق بنا دیا۔

تیسرا کارنامہ کبیر کا یہ ہے کہ مذہب کے جو معاملے عوام کی روزمرہ زندگی اور ان کے معمولات سے مناسبت نہیں رکھتے تھے

پانچویں ان مذہبی اصولوں کی حمایت میں دیلیس ایسی پیش کی گئی تھیں کہ عوام الناس کے لیے ان کا تسلیم کر لینا آسان نہ تھا۔

کبیر نے ان تمام پیچیدگیوں سے مذہب کے معاملوں اور اصولوں کو نجات دلا کر آزاد فضاوں میں پھلنے پھولنے کا موقع فراہم کیا۔ انھوں نے شاہستروں کے ضابطوں کا وقوف اگرچہ براہ راست ماستروں کے مطالعہ سے حاصل نہیں کیا تھا لیکن ویدانت کے تمام بنیادی اصولوں کو انتہائی کامیابی کے ساتھ دہنشین کر لیا تھا۔ روایتوں کے جس سلسلے سے انھوں نے اپنے مذہبی عقیدے کے خدوخال مرتب کیے تھے وہ جتنے ہندو نقطہ نظر سے مآخوذ تھے اتنے ہی اسلامی مآخذ پر بھی مبنی تھے۔ ہندو نقطہ نظر سے مذہب کے فوائد کا حصول جس قدر عمدہ صحبت پر منحصر خیال کیا گیا ہے یا گرو کے احکام کی تعمیل پر مبنی مانا گیا ہے اُس حد تک کتابوں کے مطالعے سے متعلق تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح مسی نوں کے یہاں بھی محض کتابی

سید شیخ محمد ابراہیم ذوق نے بھی کہا ہے

بہول مت علم کتابی پر کہ آخر کب تک نہ و کاغذ کی چلے اے فصل کو دن آب میں اور مولف نے بھی غالباً اسی علم کتابی کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس سے اس کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہ ہونی چاہیے۔ اس مذہب کی بنیاد احکامات خد وندی پر مشتمل کتاب (قرآن پاک) پر ہے جس کی بابت ایمان یہ ہے کہ اس میں نیامت تک کوئی تحریف ممکن نہیں اور جس کے کسی جز سے بھی سروکار نہ ہو اور انہیں کیا جاسکتا، یہ ہر زمانے اور ہر علاقے کے لیے بہترین دستور العمل ہے۔

صوفیائے کرم کی تعلیمات بھی تمام و کمال اسی کتاب پر مبنی ہیں۔ (مترجم)

تعبیر کر کے اُن کو تنگ نظری کے بجائے محبت اور مدارات کا سبب بنا دیا اس طرح کہ ہر شخص مذہب کے فیوض سے مستفید ہو سکتا تھا۔
غرض مذہب کے میدان میں کبیر نے ایسا انقلاب پیدا کر دیا جو مذہب کے کسی عالم کے ذریعے عوام میں اس وقت تک روتا نہیں ہو سکا ہے۔ اسی مذہبی انقلاب کے سہارے اُنھوں نے عوام کے دلوں میں اپنے مسلک کے لیے پہلی مرتبہ ایسی سچی ہمدردی کا بیج بو دیا جو سالہا سال تک سیاست اور مختلف مذہبوں کی زبردست یورشوں کے باوجود پتھر مُردہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ اندازِ فکر عوام کے لیے ایک ایسی قوت بنا جو اُن کی زندگی میں عزم اور حوصلہ کا ذریعہ ثابت ہوتی رہی ہے۔ کبیر کے ذریعے چلائی گئی زرگن واد (تصوف) کی لہر ہندی ادب میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

کبیر نے عوام میں اپنے مذہبی عقیدوں کا پرچار کا شعری شاعری کے سہارے سے کیا۔ اُنھوں نے یہ نکتوں نقطہ نظر کو "شبدوں" (دکھوں) اور "ساکھیوں" (شہادتوں) = وہ نظمیں جن کا تعلق گواہی اور علم سے ہے) کی صورت میں عوام کے سامنے پیش کیا۔ وہ جانتے تھے کہ موسیقی کا اثر محبت کے جذبات سے مطابق ہوتا ہے اور مذہب کا تعلق محبت کے اُن جذبات سے بہت قریب کا ہے اس لیے مذہب کے اثر انگیز اور آسان اصولوں کو دلنشین کرانے کے لیے اُنھوں نے نثر کے بدلے

اُن کو جوڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ ایسے بد معاہلات کو جن میں اُلجھ کر عام لوگ سچائی کی راہوں سے دور ہو کر محض نمود و ریا پر اپنی صلاحیتوں کو خراج کرنے لگتے تھے اُنھوں نے بیدینی سے تعبیر کیا اور عوام کے کورانہ عقیدوں پر بڑی درستی کے ساتھ تنقید کر کے زندگی کو متوازن اور سیدھی راہ دکھائی۔

کبیر کا چوتھا کام یہ تھا کہ مذہب کے جو روپ اُس زمانے کے سیاسی حالات سے مطابق نہیں ہو سکتے تھے اُن میں اپنے عہد کی ضرورتوں کے پیش نظر مناسب اصلاح و ترمیم کر کے اُنھیں زندگی کے لیے زیادہ سے زیادہ قابلِ عمل صورت بخشی اور مذہب کو محض نمائش کا سامان بنائے رکھنے کے بجائے تفکر اور استغراق کے ذریعے فردِ بغ ذات کا ذریعہ بنایا۔ جہاں کہیں اُنھیں سیاسی معاملوں سے الجھتا ہی پڑا ہے وہاں پوری قوت اور حوصلہ کے ساتھ اُنھوں نے مقابلہ بھی کیا ہے۔

پانچویں بات یہ تھی کہ مذہبی خدا بطوں میں استدلال کی جو دقت اور درستی تھی اور جو عام انسان کی سمجھ سے باہر تھی اُسے اُنھوں نے حقہ بھر بھی اہمیت نہیں دی۔ اُس کی جگہ اُنھوں نے مذہب کو زندگی کے ایسے عام اور سادہ تجربوں کے ساتھ جوڑ دیا کہ وہ انسانیت کے معمولی موضوعات کا مترادف بن گیا۔ اُنھوں نے مذہب کے معروف میلانات کی زندگی کے سیدھے سچے معاملوں کے ذریعے

زبان میں ہی شعرو شاعری کی کوئی روایت موجود تھی۔ یہ روایت تو

۱۷۰۰ء موافق نے ان خیالوں کا اظہار بیسویں صدی کے عشرہ چہارم میں کیا تھا۔ اُس زمانے تک معلومات اسی حد تک تھیں لیکن جدید تحقیقات نے بہت اضافے کر دیے ہیں۔ اب یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ:-

(الف) امیر خسروؒ "ہندی" کے صاحب دیوان شاعر تھے،

(ب) اُن سے پہلے بھی اس زبان میں غاجہ سہو و سہو سہو اپنا دیوان مرتب کر چکے تھے،

(ج) کبیر سے پہلے "ہندی" میں ادبی اور شعری روایت موجود تھی، اور

(د) بعض ایسی تصانیف اب ہماری دسترس میں ہیں جن کا تعلق "پورب" ہی کے علاقے سے تھا۔

پورب کے اُن صاحب تصنیف شاعروں کی کوششوں سے زبان کی ترقی ہی نہیں ہوئی بلکہ ایک مخصوص انداز فکر بھی رفتہ رفتہ عام ہوتا جا رہا تھا۔ سورتاس کا تعلق نہ تو اُس علاقے سے تھا جس کو کبیر کا مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے اور نہ اُن کو فکر و شعور کی اُس روایت سے ہی کچھ زیادہ علاقہ ہے جو کبیر کو اُن کے پیش روؤں سے ملتی تھی۔ کبیر راجستھانی دیر گاہاؤں سے بھی غیر متاثر اور غیر متعلق معلوم ہوتے ہیں۔

(مترجم)

نظم کو زیادہ مؤثر ذریعہ خیال کیا۔

یہاں یہ بات دھیان میں رکھنے کے قابل ہے کہ کبیر سے پہلے ہندی ادب میں شاعری کی روایت نہیں کے برابر تھی۔ نہ تو جذبات کے اعتبار سے ہندی ادب کا سرمایہ وسیع تھا اور نہ زبان کے نقطہ نظر سے ہی ہندی کو عام طور سے قابل لحاظ تسلیم کیا گیا تھا۔ کبیر سے پہلے زیادہ سے زیادہ و دیپتی کی پید ادلی (مجموعہ کلام) تھی جو مہتمل میں لکھی ہونے کی وجہ سے مستحلاً اور اُس کے قریب کے علاقوں میں گائی جاتی رہی ہوگی یا امیر خسروؒ کی پہیلیاں اور مگریاں تھیں جو عوام میں بوجھ جانے کی چیز "کو تو ہل" (پہیلی معنہ) کی حیثیت سے بنگلہٹ یا میر صاحبوں کے جلسوں میں سلجھائی جاتی رہی ہوگی۔ امیر خسروؒ نے ہندی میں کسی سنجیدہ ادب کی تخلیق نہیں کی۔ اُن کی شاعری مذہب جیسے مقدس موضوع کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتی۔ اُس میں نہ تو اطمینان بخش زندگی کی عکاسی ہے اور نہ عہدیت کی متانت ہی ہے۔

راجستھان میں دنگل میں دیر گاہاؤں ضرور لکھی اور پڑھی جاتی رہی چونکہ لیکن اُن دیر گاہاؤں (بہادری کی داستانوں) میں دنیاوی کرداروں کا ہی غلبہ رہتا تھا۔ کسی بادشاہ کے شجرہ نسب، اُس کے جنگی سفروں اور معرکوں یا اُس کے اسباب عیش و عشرت کا تفصیلی بیان کرتا ہی بھالوں (چارٹونوں) کی شاعری کی معراج تھی۔ ایسے حالات میں کبیر کے سامنے نہ تو جذبات اور خیالات کا کوئی معیار تھا اور نہ

کبیر کا بڑا کارنامہ ہے۔ تلسی اور ستور کو تو زبان کا خاکہ بنایا حاصل ہو گیا تھا۔ مگر محمد جالسی اور عشقیہ طرز میں کہنے والے دوسرے شاعروں نے اودھی کو ادبی روپ دیکر اُس میں شاعری کی روایت قائم کر دی تھی۔ اسی طرز میں تاقہ اور گوکل تاقہ نے برج بھاشا کی نظم اور نثر میں تخلیق پیش کر کے اس بھاشا کو حسن عطا کرنا شروع کر دیا تھا۔ بعد میں تلسی اور ستور نے زبان کے خاکے میں اپنی زندہ جاوید تخلیقات سے استقلال کا رنگ بھرا لیکن کبیر کے سامنے زبان یا خیالوں کا اس طرح کا کوئی نمونہ نہیں تھا۔ ایسی حالت میں شاعری کے نقطہ نظر سے ستور اور تلسی کی تخلیقات سے کبیر کی شاعری کا مقابلہ کبیر کے ساتھ بے انصافی ہے۔ کبیر کے وقت کی حالت پر پوری طرح سے خیال کر کے اُن کی شعری حیثیت کا مناسب مدد میں تعین کرنا ادب کے مورخ کا لازمی فریضہ ہے۔

کبیر نے اپنی بھاکھا کو عوام کے دلوں کی چیز بنانے کی کوشش کی، اس پہلو پر ابھی اظہار خیال کیا جا چکا ہے۔ انھوں نے اسے اتنا آسان اور سلیس اس لیے بنایا کہ عوام مذہب کے دقیق مسئلوں کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ اپنی اس کوشش میں کبیر اس کو شاعری کے محاسن سے آراستہ بھی نہ کر سکے۔ اُس زمانے میں شاعری کی قدیم تر روایت کے فقدان کی وجہ سے کبیر کو شاعری کی خصوص زبان نہیں مل سکی تھی اس لیے انھوں نے اپنے روزمرہ استعمال کی "پوربی" کو ہی اپنی شاعری کے لیے

سولہویں صدی کے آخر اور سترھویں صدی کے شروع میں جا کر بنی جب ستور داس اور "اشٹ چھاپ" کے دوسرے مشہور شاعروں نے برج بھاشا کو شاعری سے مزین کر کے ادب کے دائرہ میں لاکھڑا کیا، یا ملک محمد جالسی اور تلسی داس نے اودھی کو شاعری کے سنگھاسن پر بیٹھا کر اسے حیات جاوید عطا کی لیکن کبیر کے وقت میں ادب کی روایت یکسر معدوم تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ صوفی شاعروں نے فارسی میں مذہب کے مسائل کا بیان شروع کر دیا تھا لیکن یہ سب ادب فارسی میں تھا۔ غرض کبیر نے مذہب جیسے سنجیدہ موضوع کے بیان کے لیے جب عوام کی بولی کا استعمال شروع کیا تو یہ اُن کا ایک نہ بردست ذمہ دارانہ اقدام تھا۔ انھیں شاعروں کی روایات پہلی بار خود اختراع کرنی تھیں اور ساتھ ہی اپنی زبان کو ایسا روپ بھی دینا تھا جو عوام میں زیادہ سے زیادہ پسندیدہ ہو سکے یہی سبب ہے کہ وہ پسند عام اور سلاست کے خیال سے اپنی زبان کو اتنا آسان روپ دینے کے حامی تھے کہ وہ اس کی اصلاح کی طرف بھی توجہ نہ کر سکے۔ انھیں عوام الناس کی پسندیدہ زبان کو ہی شعر کے دائرہ میں لانا پڑا اور شعری روایت کی غیر موجودگی میں انھیں کسی بھی قسم کی ادبی قوت حاصل نہیں ہو سکی۔ یہی کیا کم بات ہے کہ کبیر اپنے خیالوں کے آزادانہ اظہار کے لیے عوام کی بولی کو کامیابی کے ساتھ برت سکے۔ اس اعتبار سے کبیر کو اپنے لیے راستہ کی دریافت کر کے خود ہی اسے شعری عمدہ روایتوں سے آراستہ بھی کرنا پڑا۔ خاکہ بنا کر اُس میں ہمیشگی کا رنگ بھر دینا

خیالوں کی ترویج میں سب سے اہم مقصد ہونے کے سبب کبیر نے اپنی شاعری میں زبان کے زیادہ سے زیادہ مروج روپ کو جنگہ دینی ضروری خیال کی تھی۔ اس لیے کبیر کی شاعری کی زبان اصلاً تو پوربی (اودھی) ہے لیکن اس پر پنجابی، کھڑی بولی اور راجستھانی کا بھی اثر ہے۔ پندرہویں صدی میں شاعری کی روایت کے نہ ہونے کے باعث کبیر کی زبان کا یہ روپ غیر فطری نہیں کہا جاسکتا۔

کبیر اپنے نقطہ نظر سے مذہب کے اصل روپ کو پیش کرنا چاہتے تھے۔ اُن کا دھرم ایسی آفاقیّت ہے جو ہر تھاجس میں کسی طرح کی فرقہ یا طبقہ کی تقسیم نہیں تھی۔ ہندو اور مسلمان یا برہمن اور شودر سب اس دھرم میں فلاح اور نجات کے برابر مستحق تھے۔ اس طرح اُن کا مذہب عالمگیر مذہب (Universal religion) کہا جاسکتا ہے۔

مسلمانوں کی آمد سے ہندوؤں کے مذہبی معاملوں میں پیمیدگی اور بے اطمینانی کی صورت پیدا ہو گئی تھی کیونکہ مسلمانوں میں بعض سلطانوں کے زمانے میں کچھ زیادتیاں بھی ہو گئی ہونگی لیکن مسلمانوں میں ہی صوفیوں کا طبقہ بھی تھا جو قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر درگزر باہمیّت، امن اور آشتی کے ساتھ عبادت کرنے پر یقین رکھتا تھا۔ صوفیوں کی اس امن پسندانہ ریاضت کے طریقے نے کبیر کو بہت زیادہ توانائی عطا کی۔ اُنھوں نے صوفیوں کے صلح جو یا نہ نقطہ نظر کے ساتھ اُس زمانے

کبیر کا مذہبی نقطہ نظر

وسیع بنایا۔ کبیر کی اس پوربی ہندی پر متحدہ زبانوں کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں :

۱۔ کبیر انقلاب پسند تھے اور جہاں جاتے تھے وہاں کے عوام کی مروجہ روپ کو اپنا لیتے تھے۔

۲۔ اُس زمانے تک راجستھان کی ڈنگل میں بھانٹوں کی کچھ اہم تخلیقات سامنے آچکی تھیں اس لیے امکان ہے کہ راجستھان سے یا برہمن اُن کی تخلیقات کے بکھرے ہوئے اجزا عوام میں رائج ہو گئے ہوں۔ اُن تخلیقات کے معاشرے میں رائج ہونے کے نتیجے میں اُن کی زبان بھی سماج کے لیے غیر معروف نہ رہ گئی ہوگی۔ ایسی حالت میں کبیر نے ڈنگل یا راجستھانی زبان کے اثرات اپنی زبان میں بحال کرنا سب آجانے دے ہوئے۔

پہلے سبب سے پنجابی اور کھڑی بولی اور دوسرے سبب سے راجستھانی کبیر کی پوربی بولی پر اپنے واضح نقوش چھوڑتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

۳۔ کبیر کی زبان کا یہ جائزہ اُس زمانے میں پیش کیا گیا تھا جب اودھی کی قدیمی شہری اور ادبی روایتوں کا علم نہ تھا۔ اب جب کہ اس زبان کی ایک سے زائد قدیم تصانیف ہمارے علم اور دسترس میں ہیں کبیر کی زبان کے بارے میں ان خیالوں پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ دو امور پر خاص طور سے توجہ ضروری ہے۔ کیا کبیر کا نواح پنجاب میں جانا یا ادبی پنجاب سے ذاتی طور پر متاثر ہونا ثابت ہے ؟ اور کیا راجستھانی ڈنگل کی تصانیف کبیر کے پورب دھرم میں مؤثر حد تک رائج ہو چکی تھیں ؟ جب تک واضح قرائن سے ان دونوں سوالوں کے مثبت جواب نہیں ملتے پنجابی اور راجستھانی کے کبیر کے کلام پر اثرات والی بات محض خیالی ہے۔ (مترجم)

کے ہندو مذہب کے نظریوں کو آمیز کر کے آپسی دوستی کے ایسے جذبات کو وجود بخشا جنہوں نے فتنے اور اختلافوں کے خیالوں کو یکسر ختم کر دیا۔ ہندوستان کی تاریخ کے مطالعے سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کبیر سے پہلے بھی سیدہ بنتھیوں اور تاتھ بنتھیوں کے خیالات طبقاتی تفریق کے خلاف تھے لیکن اول تو یہ دونوں فرقے ایک مخصوص طبقہ تک محدود تھے اور ان کے اصولوں کا سلسلہ بھی ان کے خفیہ سرمایہ کی صورت میں تھا۔ دوسرا ان طبقوں میں بھی بنیادی طور پر آفاقیت کا تصور عام نہیں ہو سکا تھا۔ کبیر نے پہلی بار اس عالمگیریت کو اصولی طور پر سماج میں رواج دیکر مسادات کے خیالوں کی تردید کی اور بندگی کی حدوں میں بہت تیزی کے ساتھ اصلاحیں کرتے ہوئے نجات کے راستوں تک اُس کو پہنچا دیا۔

عبادت کے لیے سماج کے تمام بندھنوں کو توڑ کر کبیر نے نجات کے لیے اُس زمین کو ہموار کیا جس میں وہ مذہبی عقاید کے بیج بوسکتے تھے۔

کبیر کے حالات زندگی

کبیر کے سوانح کے سلسلے میں بھی قطعی طور سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کبیر کی زندگی کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں ان میں ایک تو زمانے کا تعین نہیں ہے، دوسرے ان میں غیر ارغشی اور مافوق الفطرت قصے شامل ہو گئے ہیں۔ خود کبیر نے محض چند باتیں اپنے بارے میں کہی ہیں۔ اُن سے اُن کی شخصی اور انفرادی زندگی کا مجمل تعارف ضرور حاصل ہو جاتا ہے لیکن تفصیلات کا مطلق پتا نہیں چلتا۔

کبیر پنتھ کے گزرتھوں میں کبیر کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ اُن میں کبیر کی اہمیت جتانے کے لیے اُن کی گورکھناٹھ اور چتر گپت تک

۱۷۱۱ء کبیر گورکھ گوشٹھی: قلمی نسخہ ۱۷۱۱ء (ناگری پر چارنی سبھا)

۱۷۱۱ء امر سنگھ بودھ (کبیر ساگر): سوامی یوگنانند کا تصحیح کردہ ۱۷۱۱ء

(سمیت ۱۹۶۳ء، کبیر راج، سری کرشن داس، بمبئی)

اس دوسرے کے مطابق کبیر کی پیدائش سمیت ۱۴۵۵ء کی پورن ما کو
 سوموار کے دن معلوم ہوتی ہے۔ بابو شیام سندھ داس کا کہنا ہے کہ:
 "حساب کرنے سے سمیت ۱۴۵۵ء میں جیٹھ شکر، پورن ما،
 چندر وار کو نہیں پڑتی۔ نظم کو دھیان سے پڑھنے پر سمیت ۱۴۵۶ء
 نکلتا ہے کیونکہ اس میں واضح لفظوں میں لکھا ہے، 'چودہ سو پچپن
 سال گئے' یعنی اُس وقت تک سمیت ۱۴۵۵ء گزر چکا تھا حساب
 کرنے سے سمیت ۱۴۵۶ء میں چندر وار کو ہی جیٹھ پورن ما، پڑتی ہے
 اس لیے اس دوسرے کے مطابق کبیر کا جنم سمیت ۱۴۵۶ء کی جیٹھ
 پورن ما کو ہوا ہے۔"

علیہ یہ دو ہا کی اعتبار سے بحث طلب ہے۔ قدیم تصانیف میں عام طور پر فقط "برس" (ہندوی) کا استعمال ملتا ہے۔ اس میں "سال" (فارسی) لفظ ہوا ہے۔ دوسرے برسات
 کو "برسات کی" مراد ہے اور پورن کی تصانیف میں "کی" کے مقام پر "کو" کے استعمال
 کی مثال اس قدیم زمانے میں کم ملے گی۔ تیسرا لفظ "سو" بھی قابل لحاظ ہے۔ قدیم مصنفین
 نے عام طور سے اس موقع پر "سے" لکھا ہے مثلاً "چندین" میں "لاؤ" دے بھی کہا ہے
 برس سات سے ہوئے اناسی

ملک محمد جالیسی کی "پداوت" اور آخری کلام میں بھی یہ لفظ اسی طور پر آیا ہے۔
 (مترجم)

علیہ کبیر گرنتھاؤنی، پیش لفظ ص ۱۵

سے گنتی کرا دی گئی ہے لیکن خود کبیر کے سال ولادت اور پیدائش
 کے بعد کے واقعات کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی گئی ہے۔ کبیر چرت بودہ
 میں البتہ سال پیدائش کے موضوع سے متعلق ایک واقعہ کا بیان اس طرح
 کیا گیا ہے:

"کبیر صاحب کا کاسی میں ظاہر ہونا

سمیت چودہ سو پچپن بکرمی، جیٹھ شکر پورن ما سوموار کے دن
 رست پرمس کا بیج (نور) کاسی کے لہر تاراب میں اُترا۔ اُس وقت
 زمین اور آسمان منور ہو گئے۔ اُس وقت آشتا نند بنو تالاب
 پر بیٹھے تھے۔ پھوار پڑ رہی تھی، بادل آسمان پر گھرے ہونے کی
 وجہ سے اندھیرا چھایا ہوا تھا اور بجلی چمک رہی تھی جس وقت
 وہ نور تالاب میں اُترا اُس وقت سارا تالاب جگمگ جگمگ
 کرنے لگا اور بہت روشنی ہوئی۔ وہ روشنی اُس تالاب
 میں ٹھہر گئی اور تمام سمتیں جگمگاہٹ سے بھر گئیں۔۔۔"

کبیر پنتھیوں میں کبیر کے زمانہ ولادت سے متعلق ایک دو ہا مشہور ہے
 چودہ سو پچپن سال گئے، چندر وار ایک ٹھاٹ گئے
 جیٹھ شکر برسات کو، پورن ما ساسی پر گٹ بھیسے

علیہ کبیر چرت بودہ (بودہ ساگر، بہ تصحیح سوامی یوگلا نند) صفحہ ۶۶
 (سمیت ۱۹۶۳ء، کھیم راج، سری کرشن داس بستی)

یہ پدھ کچھک دوس چل گئے او
 تچ تن جنم بھر تن پئے او
 نائن تن جھلہا گل دینھا
 دوا و سنیوگ بھر پدھ کینھا
 کاسی نگر تر ہے پن سوای
 نیر نام جلا ہا ہوای
 نار گون لا و نگ سوای
 جیٹھ ماس برسایت ہوای...

اس نظم اور نوٹ کی بنیاد پر کبیر کا جنم جیٹھ کی برسایت (امادس) کو معلوم ہوتا ہے۔ اب دیکھنا یہ چاہیے کہ جیٹھ کی امادس کو چندوار پڑتا ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کبیر کی پیدائش ۱۴۵۵ ہی کی مانی ہوگی اور "گیے" کا مطلب "۱۴۵۵ کے گذرتے ہوئے" ماننا ہوگا۔ اس صورت میں دوسے کا بدلتا ہوا حصہ "پورن ماسی پرگٹ بھیسے"

بھی غیر مصدقہ مانا جائیگا کیونکہ برسایت پورن ماسی کو نہیں پڑتی بلکہ امادس کو پڑتی ہے۔
 موہن سنگھ نے اپنی کتاب "کبیر۔ ہنر با یوگرانی" میں

لیکن حساب کرنے سے پتا چلتا ہے کہ چندوار کو جیٹھ پورن مانا نہیں پڑتی چندوار کے بدلے منگل وار دن آتا ہے۔ اس طرح بالو شہیام سندھ واسس کے قول کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔

کبیر جنم دن کے بارے میں مذکورہ بالا دو ہے میں "برسایت" پر بھی دھیان نہیں دیا گیا۔ بھارت پتھک کبیر پنٹھی سوامی سری یوگوانند نے "برسایت" سے متعلق وضاحت کی ہے کہ:

"برسایت آپ بھرنش ہے 'ہٹ سادتری' کا۔ یہ ہٹ سادتری برت جیٹھ کے امادس کو ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل قدیمی کتھا 'ہما بھارت' میں ہے۔ اسی دن کبیر صاحب نیما اور نوری کوٹے تھے۔ اس سبب سے کبیر پنٹھی میں برسایت کو ہما تم پرنتھ کتھا کر داج ہے اور اسی دن کبیر پنٹھی لوگ بہت جشن مناتے ہیں"۔
 یہ نوٹ سری یوگل منند جمدنے "انوراگ ساگر" میں مذکور ہے:
 "کبیر صاحب کا کاسی میں غا ہر ہو کہ نیر کوٹے کی کتھا" سے متعلق لکھا ہے۔ اس کتھا کی چند سطریں اس طرح ہیں:

۱۴ Indian chronology - part I: by Pillai
 ۱۴ انوراگ ساگر (کبیر ساگر) صفحہ ۸۶، بھارت پتھک کبیر پنٹھی
 سری یوگوانند کا تصحیح کردہ، سمیت ۱۹۶۷ (سری ویٹلیسور
 پریس، ممبئی)

”گرا“ [ग्रा] ہے۔ وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ گئے اور
 ”گرا“ میں سے کون سا لفظ درست ہے۔ لکھنے میں [ग] ہے اور
 [ग] ”را“ میں بہت یکسانیت ہے۔ اگر گئے ”لفظ“ گرا“ ن
 تحریف ہے تو ۱۵۵ کے بیت جانے [گئے] کی بات خات از بحث
 ٹھہرتی ہے۔ ”گرا“ کو ”پڑنے“ کے معنی میں لیا جاسے یعنی سبب
 ۱۵۵ کا سال پڑنے پر۔ لیکن یہاں برساہیت اور پورن ماسی کی
 شکل ہے۔ اس دوہے کی صحت کے بارے میں قطعیت کے
 کوئی دعوہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے مصنف کا بھی وثوق کے ساتھ پتا نہیں
 ہے۔ ”کہیہ گرا نتھاؤنی“ کے مرتب نے اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے :

”یہ نظم گیارہویں صدی کے سب سے خاص شاعر اور ذمہ دار دھرم داس
 کی کہی ہوئی بتلای جاتی ہے۔“

لیکن فاضل مرتب کے اس قول کی صحت بھی یقینی نہیں ہے۔ اُن کا یہ کہنا کہ
 ”کہی ہوئی بتلای جاتی ہے“ بجا۔ خود شہ کوئل ہر کرت ہے۔ اس لیے ہم
 اپنی بحث کو ”انوراگ ساگر“ پر مبنی کرنا چاہتے ہیں جس میں ہر ذرا ہی
 لکھا ہے کہ

تاریگون آو مگ سسواہی
 جیٹھ ماس برساہیت ہوا نی

اس روایتی دوہے سے بحث کی ہے۔ وہ ہندی میں قلمی مجموعوں کی
 جستجو (۱۹۰۲ء، صفحہ ۵) سے بحث کرتے ہوئے سببت ۱۵۵
 (مطابق ۱۳۹۵ء) کو تسلیم کرتے ہیں
 موبہن سنگھ کے تحریر کیے ہوئے حاشیے میں ”گئے“ [ग] کی جگہ

In a Hindi book Bharat Brahman
 which has recently been published, the
 following verses are quoted in proof of
 the time when Kabir was born and when
 he died:

چودس سو پچپن سال گرا چند ایک ٹھاٹھ ہوے

جیٹھ سدی برساہیت کو پورن ماسی تہہ بھیے

سببت پندرہ سو آر پانچ مگر کیو گن

اگن سدی ایکادسی لے پون میں پون ”

This would then fix the birth of Kabir in
 1398 and his death A.D. 1448 (R.S.H.M.
 1902, page 5)

Kabir — his biography by Mohan Singh,
 Page 19, Foot-note.

”کہیہ گرا نتھاؤنی“ پیش نظر صفحہ ۱۸
 مگہ انوراگ۔ گ۔ صفحہ ۸۶

تک کبیر صرف چھبیس برس کے ہو سکتے تھے لیکن سکندر لودی اپنی زندگی میں کبیر سے بخوبی متعارف ہو چکا تھا۔ اس قماروت کے زمانے کا تعین کرنا بھی ضروری ہے۔

سری بھکت مال سٹیک^۱ میں پر یاد اس کی ٹیکہ میں ایک "دھنا کچھری" ہے جس کی مدد سے کبیر اور سکندر لودی کے مابین ملاقات ہوئی تھی وہ دھنا کچھری اس اثر ہے۔

دیکھ کے پر بھاؤ، پھیرا چکیو آ بھاؤ دینے

آپو پاتشاہ - سکندر شمس نادوں ہے

دیکھو سموہ سنگ ماتا ہوں بلات کر

جائے کے پکارے "جو دیکھا یوسب کار ہے"

بناؤ درخت کمر واکو دیکھوں میں ٹکرے

آکر مٹا دوں گاڑھے جلمے تنہا دوں ہے

آن ٹھاڑھے کیے کاجی کہتے سلام کرو

جائے نہ سلام، جائے نام، گاڑھے پادوں ہے

اس دھنا کچھری کے نیچے سیتا رام - سرن بھگوان پر یاد کا یہ حاشیہ ہے:

بھکت مال سٹیک - سیتا رام سرن بھگوان پر یاد پتھر اوں
لکھنؤ (۱۹۱۳ء)

میں اپنی "اورینٹل بائیوگرافیکل ڈکشنری" میں کبیر کی پیدائش ۱۴۹۶ء (مطابق سمیت ۱۵۴۹ء) میں مقرر کرتے ہیں اور انھیں سکندر لودی کا معاصر مانتے ہیں۔ ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی تصنیف "انڈین ایمپائر" کے آٹھویں باب میں کبیر کا زمانہ ۱۴۸۰ء سے ۱۵۲۰ء تک (سمیت ۱۳۵۰ء سے سمیت ۱۴۰۰ء تک) مانا ہے۔ بیل اور ہنٹر کے قیاس میں ایک سو نو برس کا فرق ہے۔

جان بریگس نے سکندر لودی کا زمانہ ۱۴۸۸ء سے ۱۵۱۶ء (سمیت ۱۵۴۵ء سے سمیت ۱۵۷۲ء) تک متعین کیا ہے۔ ان کے قول کے مطابق سکندر لودی نے اٹھائیس برس پانچ مہینے تک حکومت کی۔ جان بریگس نے اپنی کتاب مسلمان مورخین کے قلمی نسخوں کی مدد سے مکمل کی ہے اس لیے ان کے متعین کیے ہوئے زمانے پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر بیل کے قول کے مطابق ہم کبیر کی ولادت ۱۴۹۶ء میں یعنی سکندر لودی کے تحت نشین ہونے کے دو برس بعد مانیں تو سکندر لودی کے انتقال

۱. An oriental biographical dictionary
by Thomas William Beale, London (1874)
page 204.

۲. History of the rise of the Mohammedan
power in India by John Briggs, page 589

اگر کبیر ۱۴۹۲ء میں سکندر لودی سے ملے ہوں تو اس وقت وہ
بیل کے قیاس کے مطابق صرف چار برس کے رہے ہونگے۔ اس وقت
اُن کا اس حد تک شہرت پا جانا کہ وہ سکندر لودی کی تاریخی
کے سزاوار ہو سکیں معمولاً ممکن نہیں ہے۔ اس لیے یہی کی متعین کی ہونی
تاریخ مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔

وی، اے، اس مستند نے کبیر کی کوئی تاریخ متعین نہیں کی ہے۔
اُنھوں نے انڈر ہل کی دی ہوئی تاریخ کو ہی نقل کر دیا ہے۔ اور وہ بتا رہے
ہے کہ ۱۵۱۵ء (یعنی سمیت ۱۵۱۵ء سے ۱۵۱۶ء) تک۔
یہ سکندر لودی کا زمانہ ہے اور کبیر کا اس زمانے میں ہونا ثابت ہے۔
غرض کبیر کا سال ولادت متعین طور پر کسی نے بھی نہیں بتایا۔

بالوشیام سندھ اس کے قول کے مطابق مذکورہ روایتی
دوسے کی بنیاد پر جیٹھ پورن ما، چندر وار سمیت ۱۴۵۶ء اور
"انوراگ سالگرہ کی روایت کی رو سے جیٹھ اماؤس سمیت ۱۴۵۵ء
کبیر کی تاریخ پیدائش ہے۔ جیٹھ پورن ما سمیت ۱۴۵۶ء کو چند دار
نہیں پڑتی اس لیے یہ تاریخ غیر مستند ہے۔ ایسی صورت میں ہم کبیر

۱۵ Min Underhill dates Kalir from about
1447 to 1518. He used to be placed between
1390 and 1440. (The Oxford History of India
by V.A. Smith, page 261 (foot-note).

”یہ انداز دیکھ کر کے برہمنوں کے دل میں پھر حسد پیدا ہوا۔ وہ
سب کاسی کے راجا کو بھی سوری کبیر جی کے بس میں جان کر
بادشاہ سکندر لودی کے پاس جو آگرے سے کاسی جی آیا تھا
پہنچے۔ سوری کبیر جی کی ماں کو بھی طا کے ساتھ میں لے کے سلطانوں
کے ساتھ بادشاہ کی کچہری میں جا کر اُن سب نے پکارا کہ کبیر
شہر بھر میں فتنہ مچا رہا ہے... الخ“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سکندر لودی آگرے سے کاسی
آئے اس وقت وہ کبیر سے ملا۔ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر
لودی بہار کے حسین شاہ شرقی سے جنگ کرنے کے لیے آگرے
سے کاسی آیا تھا۔ جان برگس کے مطابق یہ واقعہ ۱۵۱۵ء یعنی ۱۴۵۶ء
سے ہے۔

۴۶۰. ملکت ماں، صفحہ ۴۶۰

"Hoosain Shah Shurky according to his
his army in motion and marches against
King Sikandar on hearing of his intention
crossed the Ganges to meet him, and the
two armies came in sight of each other at a
spot distant 19 (or 27) miles from Benares.

(History of the rise of the Mohammedan
power in India by Johan Bruggs, H. R. A.
London (1929), pages 571-73)

(خارشید صفحہ مابقی سے مسلسل)

(پنجاب میں اردو مسئلہ) لیکن ۱۸۵۳ء میں کبیر کے مرجعہ کی روایت کو تسلیم کرنے میں بڑی قیادت یہ ہے کہ پھر سکندر لودی سے اُن کی مروت و انی بات کی تردید بھی لازم آئیگی۔

پروفیسر شیرانی کو اس بات کا اعتراف ہے کہ:

”اکثر مصنفین ان دیکس کو سلطان سکندر لودی کے عہد میں ملتے ہیں

مثلاً ابوالفضل اور صاحب دہستان المذاہب اس طرح ان کی وفات

دسویں صدی ہجری کے پہلے ربع میں ہونی چاہیے۔“

(پنجاب میں اردو مسئلہ)

”اخبار الاخبار“ کے صفحہ ۳۴۳ سے پروفیسر شیرانی نے شیخ عبدالحق کے حوالے سے اُن

کے دادا شیخ سعد اللہ متوفی ۱۰۹۲ھ مطابق ۱۶۸۱ء کی کبیر کے بارے میں رائے

جس طرح نقل کی ہے اُس کے الفاظ بھی توجہ کے قابل ہیں:

”عمی فرمودند، روزی از ایشاں پرسیدم:

وایں کبیر مشہور کہ بشن پد ہای دی میخوانند مسلمان بودیا کافر؟

فرمودند: موحد بود،

عزمن کردم کہ: موحد مگر غیر کافر و مسلمان است؟

فرمودند: فہم این معنی دشوار است، خواہید فہمید۔“

اس اقتباس میں کبیر کے لیے ماضی کے صیغے کا استعمال اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے

کہ اس گفتگو سے پہلے کبیر کا انتقال ہو چکا تھا لیکن سائل کا انداز بتاتا ہے کہ شیخ

سعد اللہ نے کبیر کا زمانہ ضرور پایا تھا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

کی تاریخ ولادت جیسٹھ ۱۸۵۵ء ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔

کیے پختہ یوں میں بھی جیسٹھ برساہیت سمیت ۱۸۵۵ء ہی مانی جاتی ہے۔

جیسا کہ ”انوراگ ساگر“ سے پتا چلتا ہے۔

کبیر کی موت کی تاریخ بھی مشتبہ ہے۔ اس بارے میں

”بھکت مال“ میں یہ دو ہاں ہے۔

(مترجم) ۱۸۵۵ء مطابق ۱۰۹۵ھ سے ۱۰۹۶ھ تک

۱۰۹۵ھ خزانہ اہمفیامیں لکھا ہے:

”شیخ کبیر جوانہ قدس سرہ مرید و خلیفہ شیخ تقی است، از کماں اولیاء

اللہ و شاہیر زمانہ خود است و جہاں ولایت خود را در طریق طاعت

مستورد شستے، و در موحدان وقت خود ممتاز بود و اورا در زبان ہندی

کلام ایسیار عالی است کہ برہنہ و جرات اودال است... اول کہے کہ

بہ زبان ہندی حقائق و مطارعت بیان فرمودہ اورست و انواع اشعار

ہندی دارد... در اہل اسلام بہر کبیر و در ہنود بہر بھکت کبیر

اشتہار دارد و وفات وے در سال یکہزار و سہ ہجری است“

(جلد ۱ صفحہ ۲۴۶ تا صفحہ ۲۴۷)

۱۰۹۵ھ مطابق ۱۵۸۵ء تک کبیر کا زندہ رہنا کسی طرح قیاس میں نہیں آتا پروفیسر

شیرانی نے اطلاع دی ہے کہ محکمہ آثار قدیمہ کی روایت کے مطابق کبیر کا مدفن بجلی خاں نے

۱۵۸۵ھ مطابق ۱۵۸۵ء میں تیار کر ایا تھا پھر فدای خاں نے ۱۵۹۳ء میں اس کی مرمت کرائی

(باقی اگلے صفحہ پر)

پارے میں غلط ہے۔ کبیر کی موت سمیت ۱۵۵۱ء کے بعد ہی مانی جانی جا رہی ہے۔
 ناگری پر چرنی سبھا کی طرف سے "کبیر گرتھا دلی" کی ترتیب سمیت
 ۱۵۶۱ء کے قلمی نسخے کی مدد سے کی گئی ہے۔ اس نسخے میں وہ بہت سے
 شعرا و رسا کھیاں نہیں ہیں جو گرتھ صاحب میں شامل ہیں۔ اس سلسلے
 میں بابوشیام سندرو اس جی کا بیان ہے :

"اس سے یہ ماننا پڑ چکا کہ یا تو یہ سمیت ۱۵۶۱ء والا نسخہ ادھورا
 ہے یا اس نسخے کے لکھے جانے کے سو برس کے اندر بہت سی
 سا کھیاں وغیرہ کبیر داس جی کے نام سے رایج ہو گئی تھیں کہ جو
 فی الاصل ان کی نہ تھیں۔ اگر کبیر داس کا مرنا سمیت ۱۵۷۵ء
 میں مان لیا جائے تو یہ بات خلاف قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ
 اس نسخے کے لکھے جانے کے بعد چودہ برس تک کبیر داس
 زندہ رہے اور اس دوران میں انھوں نے اور بہت سے شعر
 کہے جو گرتھ صاحب میں شامل کر لیے گئے۔"

History of the rise of the Mohammedan
 power in India by John Briggs, pages 571-72

کبیر گرتھا دلی، تمہید ص ۷
 کسی نسخے میں بعض اشعار کے مندرج نہ ہونے کے اسباب مختلف اور متعدد
 ہو سکتے ہیں، ایک یہ بھی کہ اس کے مرتب کے وسائل نسبتاً کم ہوں، بہر حال محض اس
 بنا پر کسی نسخے کو "ادھورا" تسلیم کر لینا بہت صحیح نہیں ہو سکتا۔ (مترجم)

پندرہ سے انچاس میں مگر کینھوں گون
 انہیں سدی ایکا دسی پلے پون موں پون

اس کی رو سے کبیر کی موت سمیت ۱۵۴۹ء میں ہوئی لیکن کبیر پنہیوں
 میں مروج دوہے کے مطابق یہ تاریخ سمیت ۱۵۷۵ء کہی گئی ہے۔

سمیت پندرہ سے پچھتر، کیو مگر کو گون
 ماگہ سدی ایکا دسی، رکو پوان موں پون

سکندر لودھی ۱۴۹۴ء (سمیت ۱۵۵۱ء) میں کبیر سے ملا تھا، اس لیے
 "جکت مال" کے دوہے کی روایت کبیر کے سال وفات کے

(حاشیہ صفحہ ۱۰۰ سے مسلسل)

شیخ قطب نے اپنی مثنوی "مرکوت" ۹۰-۹۱ء مطبق ۱۵۰۳ء میں مثنوی کی مثنوی، اس
 میں انھوں نے ایک مصرع میں بظاہر کبیر ہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔
 یک جلا ہے تے میں یا ۱۰۔ اگر سے معامرا نہ چشمک خیال کریں تو ظاہر کبیر اس زمانے
 تک زندہ تھے۔ ایسی صورت میں سمیت ۱۵۴۱ء مطبق ۱۴۹۴ء کو کبیر کا سال وفات
 تسلیم کرنا قباحیت سے خالی نہیں معلوم ہوتا۔ (مترجم)

(حاشیہ صفحہ ۱۰۱)

جکت مال سٹیک
 کبیر کسوٹی

اُسے اٹھایا اور اُس کو اپنے بیٹے کی طرح پالا اس طرح کبیر جلا ہے کہ لائے
حالانکہ اصلاً وہ ایک برہمن بیوہ کے بیٹے تھے۔

جہا راج رگھو راج سنگھ کی "بھکت مالارام رس کا ولی" میں
بھی اس واقعہ کا ذکر ہے لیکن قصہ میں تھوڑا سا فرق آگیا ہے۔ کچھ پختہ
کا عقیدہ ہے کہ کبیر برہمن کی بیوہ لڑکی کے بیٹے نہیں تھے بلکہ رامانند کی

رامانند رہے جگ سوامی
تن کے ڈھگ بدھوا اک تاری
پر بھو ایک دن رہے دھیان لگا
پر بھہ ہیں کیو بندن بن دوسا
تب تیرے اپن نام بکھانا
سوامی کہیو نکس مکھ آو
ہیو ہے پتر کلنک نہ لاگ
تب تیرے کر پھلکا پیر آو
جنت پتر نبھ بچے نگارا
سو ست نے تیرے پھینکیوں دوری
سو بالکھنہ انا تھ رہناری
لائن پائن کیہ بہہ بھانتی

(بھکت مالارام رس کا ولی)

بابوصاحب کا یہ قیاس قابل قبول معلوم ہوتا ہے۔ اگر کبیر پختہ کی روایت
سے اتفاق کریں تو ۱۵۷۵ء میں اُن کا انتقال ہونا جاسکتا ہے۔ بحث کا
خدا یہ ہے کہ کبیر کی ولادت سمیت ۱۴۵۵ء (مطابق ۱۳۹۷ء)
مطابق ۱۵۷۵ء (مطابق ۱۵۱۷ء) اور وفات سمیت ۱۵۷۵ء (مطابق ۱۵۱۷ء)
۹۲۴ء میں معلوم ہوتی ہے یعنی وہ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے۔

کبیر کی ذات کے بارے میں بھی شیعہ ہوں کا سلسلہ ہے کبیر پختہ تو
انہیں ذات سے پالا تر مانتے ہیں لیکن مشہور یہ ہے کہ وہ ایک برہمن بیوہ
کے بیٹے تھے۔ بیوہ عورت کا باپ سری رامانند کا بڑا بھکت تھا۔ ایک بار
اُس عورت کے پرنام کرنے پر سری رامانند اُسے "بیٹے والی" ہونے کی دعا
دے بیٹھے۔ برہمن نے جب اپنی بیٹی کے بیوہ ہونے کی بات کہی تو بھی
رامانند نے اپنے الفاظ واپس نہیں لیے۔ دعل کے نتیجے میں اُس بیوہ کے
ایک بیٹا ہوا جسے اُس نے دنیا کی لالچ کے ڈر سے پہر تارا "تالاب کے
کنارے چھپا دیا۔ کچھ دیر بعد اسی راستے سے نیر جلا ہوا اپنی بی بی ہی
ہوئی بیوی نیما کو لے کر گذرا۔ نوزائیدہ بچے کا حسن دیکھ کر انھوں نے

ملے نری حسب سے کبیر کی عمر ایک سو چوبیس برس کی ہوئی (مترجم)

ہے انا م، آو چل، آو تاسی

اکھ پیرس، ست لوک کے باسی

(سری کبیر صاحب کا جیون چرت، سری جنگ لال، نرسنگ پور ۱۹۰۵ء)

وہ برہمن بیوہ کی اولاد نہیں تھے بلکہ ایک مسلم گھرانے میں ہی پیدا ہوئے تھے۔ سب سے بہتر ثبوت ہمیں "آدسری گرو گرنٹھ صاحب" میں ملتا ہے۔
مذکورہ گرنٹھ میں سری ریداس کے جواشا میں ان میں ایک نظم اس طرح ہے:

"ملار پانی بھکت رو داس جی کی
اوست گرو پرساد

ملار

ہر جیت تے اوجناں پدم کو لاس پرت تاس سسم تل نہیں آن کو او
ایک ہی ایک انیک ہو ای بستھر او آن رے آن بھر پو رسواو رہا او
جا کے بھ گوٹ لیکھے اور نہیں لیکھے تاس کی جات آچھوپ چھپا
بیاس منہ لیکھے سنگ منہ لیکھے نام کی نامنا سیت دیا
جا کے ایڈ بکرید کل گنو رے بدھ کرہ مانی او سیکھ شہید پیرا
جا کے باپ ویسی کری پورت ایسی سری پتورے لوک پرشید کیرا
جا کے کٹنب کے ڈھنڈھ سب ڈھور ڈھورنت پھرنہ اجیہ بناری آس پاس
آچار سیت پیر کرینہ ڈنڈوت تن تے رو داسا ندا سا

۱۔ آدسری گرو گرنٹھ صاحب جی صفحہ ۶۹، بھائی موزن سنگھ ویدارتن تارن، امرتسر
۱۴ اگست ۱۹۲۷ء، بدھوار

۲۔ نامنا = عزت

۳۔ عید بقرعید

۴۔ شہید، پیر

۵۔ ان شعروں کا مقابلہ گرنٹھ صاحب مطبوعہ ۱۹۰۶ء بخط اردو
(صفحہ ۶۷، ۶۸) سے کر لیا گیا ہے (مترجم)

دعا کے نتیجے میں اُس کی ہتھیلی سے پیدا ہوئے تھے اس لیے وہ "کر بیر"
(= ہاتھ کا بیٹا) یا کبیر (= کر بیر کا آپ بھرنش) کہلائے۔ بات جو بھی ہو
کبیر کی پیدائش کا سلسلہ عوام ایک برہمن لڑکی سے ہی جوڑتے ہیں لیکن
سوال یہ ہے کہ اگر کبیر بیوہ کی نسل سے تھے تو یہ بات لوگوں کو معلوم کس
طرح ہوئی؟ اس نے تو کبیر کو "لہترارا" کے کنارے چھپ کر رکھ دیا تھا۔ اگر
برہمن بیوہ کو بردان دینے کی بات لوگ جانتے تھے تو اُس بیوہ نے اپنے
بچہ کو چھپانے کی کوشش کیوں کی؟ رامانند کی دعا سے تو کلنک لگنے کا شائبہ
بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس طرح کبیر کی اس بدنامی کی داستان کی بھی صفای
ہو جاتی۔ اس کتھا کے وضع کیے جانے کے سبب تین ہو سکتے ہیں:

پہلا تو یہ ہے کہ اس سے رامانند کی بزرگی کی شہرت ہوتی ہے کہ
وہ اتنے زبردست تھے کہ اپنی دعا سے ایک بیوہ عورت کے بطن سے
بھی بیٹا پیدا کر سکتے تھے۔

دوسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ کبیر پنتھ میں بہت سے ہندو بھی شامل
تھے۔ اپنے گرو کو جلا ہے کی ادنا اور پست ذات سے ہٹا کر وہ اُن کا
تعلق مقدس برہمن ذات سے جوڑنا چاہتے تھے اور
تیسرا سبب یہ کہ کچھ کٹر ہندو اور مسلمان جو کبیر کی مذہبی فضیلت
سے گراں خاطر تھے وہ انہیں بدنام اور رسوا کرنے کے لیے اُن کی پیدائش
کا سلسلہ اس کلنک کتھا سے جوڑ رہے تھے۔

کبیر کی پیدائش کے سلسلے میں دستیاب مواد سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ

نہایت مستند ہے۔ اسی سند کو سری موہن سنگھ نے بھی کبیر کی ذات کی تعین میں بنیاد بنایا ہے۔

دوسری سند سرد گر و غریب داس جی صاحب کی بانی سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس میں "پارکھ کا انگ ۱۵۵" کے تحت کبیر صاحب کی سوانح دی ہوئی ہے۔ شروع میں ہی لکھا ہے

گریب سیوک ہوئے کر اترے اس پر تھوی کے ماہرہ
جیو ادھارن جگت گرد بار بار بل جاہرہ

(نہ ۱۵۵، سسلا) ایک معاصر خود شیخ قلمبن کے اس مصرعے سے بھی ہوتی ہے۔
ایک جگہ ہے تے میں ہارا

ان کے علاوہ اکثر تذکرے اور کتب تواریخ بھی اسی کے مؤید ہیں۔ چنانچہ اس باب میں شبہ کرنا ہی۔ نہ بہت کا یہ گمان کہ بعض روایتیں بوجہ اس طرح پر وضع کی گئی تھیں جن سے کبیر اور ان کے والدین بدنام ہوں، قرنِ نجات معلوم ہوتا ہے، اسکندر لودی کے سامنے کبیر کے پیش کیے جانے والی روایت میں یہ ذکر بھی کہ کبیر کی "ماتا" کو بھی شکایت کرنے والوں نے "بلائے" لیا تھا، اسی قبیل سے ہو سکتا ہے۔ (مترجم)

۱۔ Kabir - his biography by Mohan Singh.
Pub. Almus Ram and Sons, Lahore, 1934

۲۔ سری سرد گر و غریب داس جی صاحب کی بانی ناشر: اجرائہ
غریب داس رمتارام آریہ، سدھا بک چھاپہ خانہ، بڑودہ

ریداس کے ان شعروں میں نامدلو، کبیر اور خود ریداس کا تعارف کرایا گیا ہے۔ نامدلو چھپا (درزی) ذات کے تھے، کبیر ذات کے مسلمان تھے جن کے کتبہ میں بقرعید کے دن ۵۷ کا ذکر بھی ہوتا تھا اور شیخ، شہید اور پیر کو مانتے تھے، انھوں نے اپنے باب کے لکھنے کے خلاف عمل کر کے بھی تینوں لوگوں میں نیک نامی حاصل کر لی تھی۔ ریداس قوم کے پتار تھے جن کے خاندان میں مرے ہوئے بہ نور دسوسے جاتے تھے اور جہ بنارس کے رہنے والے تھے۔

"آدسری گرد گرنتھ" کے اس اقتباس کی رو سے کبیر یقینی طور پر مسلمان خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ آد گرنتھ کی تدوین سمیت ۱۶۶۱ء میں ہوئی تھی۔ سکھوں کی مذہبی کتاب ہونے کے سبب اس کے متن میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہوا۔ مطبوعہ "آدسری گرد گرنتھ صاحب" گرد گھٹی میں لکھے ہوئے اسی مجموعہ کی بے عیب نقل ہے۔ اس طرح یہ نقل اور اس کا متن

۱۔ اس جگہ مولف نے "آد گر و گرنتھ" کے ناشر کی "عرض" کا وہی اقتباس نقل کیا ہے جو "گزارش" کے عنوان سے کتابِ ہند کے ابتدائے میں بھی ایک جگہ آچکا ہے یعنی:

"ہند پرشوں کے قاعدے کے مطابق حرفوں کے جوڑ توڑ ... الخ"

تذکرے خیال سے یہاں سے اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ ریداس کبیر کے نہ صرف ہموطن تھے بلکہ دونوں کے زمانے میں بھی زیادہ بچہ نہیں ہے۔ اس لیے ان کی شہادت کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ریداس کے اس قول کی تائید کبیر کے (باقی صفحہ پر)

ان دو شہادتوں سے کبیر کا مسلک ہونا ہر جہ سے انہوں نے
اپنی جلاہات ذات کا تعارف بھی واضح طور سے کی جگہوں پر کرایا ہے۔

تنتا شینا شجیا کبیر
جھلے تین بن پان نہ پاؤں
جات جلاہات کو دھیرے
توں براہمن میں کاسی کا جلاہ
جات جلاہا، نام کبیرا
کہت کبیر موہ بھگت آماہا
جیوں جل میں جل میں نہ لکے
گرد پر سادہ کی سنت

کبیر کے چشموں قول سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سابق کے تمام کے نتیجے میں انہیں
جلاہے کے کتبے میں جنم ملا۔ لفظ "بھیا" اسی مفہوم کی عکاسی کرتا ہے۔

۱۔ کبیر گرنی خاؤں، ناگروں پر پانی سجا، انڈین پریس پریس، لاہور، ۱۹۵۰ء
۲۔ ایضاً ص ۱۲
۳۔ کبیر گرنی خاؤں ص ۱۲
۴۔ ایضاً ص ۱۲

۵۔ اس چھٹے شعر کے دوسرے مصرعے کا مطلب نامہ آج پتہ کہ کبیر گرجہ پڑ گئی
ہی کرتا ہے یعنی کبیر اپنے کام نہیں کرتا، اس کے باوجود وہ جاتا رہا اور
لوگ اس کو اس کی اسی ذات سے پہچانتے ہیں۔ یہ ذات پتہ کی تفریق سننے
والوں پر ایک طرح کا طنز تو ہو سکتا ہے لیکن "پچھنے جنم" کی طرف اس میں کوئی
اشعار نہیں معلوم ہوتا۔

گرمب کاسی پوری کرت کیا، اترے ادھر ادھار
مومن کو بچا ہوا، جنگل میں دیدار
گرمب کوٹ کر ن سس بھان سدھ آسن ادھر بان
پرست پورن برہم کوں سیتل پنڈ رو پران
گرمب گود لیا ملکہ چونب کبر، ہیم روپ جھلنت
جگر مگر کایا کرے، دکیں، پدم آننت
گرمب کاسی اُمٹی گل بھیا، مومن کا گھر گھیر
کوی کہے برہم پس ہے، کوی کہے اندر کبیر

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیر نے کاسی میں سیدھے مسلمان
[مارن (کذا) = مومن] ہی کو درس دیکر اس کے گھر میں جنم لیا اور
مومن نے بچہ کبیر کا منہ چوم کر اس کے غیر ارہنی سن کا درس دیا۔ اس فطری
بیان سے بھی کبیر کے برہمن ہودہ کا بچہ ہونے کی روایت کا بے بنیاد ہونا ظاہر
ہے۔ سد گرو غریب واس بنی بانی بھی مستند مجموعہ رانا جانا جیہ کیونکر
وہ ص ۱۸۶ کے ایک قدیم خط نسخے کی بنیاد پر شائع کیا گیا ہے۔

۱۵۶ ایضاً ص ۱۵۶

۱۵۷۔ یہ امر قابل غور ہے کہ ۱۸۶۰ء میں یہ کہہ ہیمنہ کا لکھا ہوا مجھ کو
مقدم پلانا ضلع ریتک میں پلا ہوا جیسا کہ تیسرا چھاپہ ہے جس کو اصل لکھا ہوا
گرنی صاحب دیکھنا ہودہ بڑودے میں سری جمادادا، دیپام سال، یرودہ مانیک
کے یہاں قائم رکھ گیا ہے، سو سب وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔ [اگر اند غریب واس
— بانی کا پیش لفظ]

کی موت زیادہ سے زیادہ بعد میں ماننے سے سمجھتے ۱۴۶۷ میں ہوئی۔ اس کے چودہ یا پندرہ برس پہلے بھی اس کے واقع ہونے کی شہادتیں دستیاب ہیں۔ اُس وقت کبیر کی عمر گیارہ برس کی رہی ہوگی کیونکہ ہم ادھر اُن کا جنم ۱۴۵۶ میں ثابت کر آئے ہیں۔ گیارہ برس کے بچے کا گھوم پھر کر آپدیس دینے لگنا قیاس میں نہیں آتا اور اگر راماندجی کی موت سمیت ۱۴۵۲-۵۳ کے لگ بھگ ہوئی ہو تو یہ روایت جھوٹ ٹھہرتی ہے کیونکہ اُس وقت تو کبیر کو اس دنیا میں آنے کے لیے بھی تین چار برس رہے ہونگے۔

بابو صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ راماندجی کی موت کی تاریخ انھوں نے کس ماخذ سے لی ہے۔ نا بھاداس کے بھکت مال کی تدوین کرنے والے پر یا داس کے قول کے مطابق راماندجی کی موت ۱۵۰۵ بکرمی میں ہوئی۔ اس کی رو سے راماندجی کی موت کے وقت کبیر کی عمر ۴۹ برس کی رہی ہوگی۔ اس عمر میں یا اس سے پہلے بھی کبیر کیا، کوئی بھی بھکت گھوم پھر کر آپدیس دے سکتا ہے اور راماندجی کا شاگرد بن سکتا ہے۔ پھر کبیر نے لکھا ہے کہ کاسی میں ہم پر گٹ بھینچے ہیں راماندجی تھے

۱۔ کبیر گم نہ تھا ولی، تمہید ص ۲۵

۲۔ سوال یہ نہیں کہ ایسا ہو سکتا تھا یا نہیں۔ اصل سلسلہ یہ ہے کہ کیا واقعی ایسا تھا؟ کبیر کی پیدائش سے تحقیق روایت میں بھی راماندجی کا ذکر آتا ہے جس کی فاضل مولف نے بتائی ہے۔

کبیر بچپن سے ہی مذہب کی طرف مائل تھے۔ وہ بچپن گایا کرتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے رہتے تھے لیکن "نگرا" (بے گرو والا) بے استاد ہونے کے سبب لوگوں میں عزت کے مستحق نہیں سمجھے جاتے تھے اور بعض لوگ اُن کے بھجنوں یا نصیحتوں کو سنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی سبب سے انھیں ایک گرو کی جستجو ہوئی۔ اُس وقت کاسی میں راماوند کی بڑی شہرت تھی۔ کبیر اُن کے پاس گئے لیکن مسلمان ہونے کی وجہ سے انھوں نے اُن کو اپنا شاگرد بنانا منظور نہ کیا۔ کبیر کو رنج تو بہت ہوا لیکن انھوں نے ایک ترکیب ڈھونڈ نکالی۔ راماند صبح سویرے اٹھ کر اندیر سے بچہ بیچ لنگا کر پورا سناں کرنے جاتے تھے۔ ایک دن یہ گٹ کی سیڑھیوں پر اُن کے راستہ میں لیٹ گیا۔ راماند جب یہ سناں کے لیے آئے ویسے ہی اُن کے پاؤں کی ٹھوکر کبیر کے سر میں لگی ٹھوکر لگتے ہی راماند کی زبان سے افسوس کے طور پر کلمہ "رام رام" نکل پڑا۔ کبیر نے اُسی وقت اُن کے قدم چمک کر کہا "مہاراج آج سے آپ نے مجھے رام نام سے نوازا کر اپنا شاگرد بنایا ہے اس لیے آج سے آپ میرے گرو ہو گئے" راماند نے خوش ہو کر کبیر کو سینے سے لگا لیا۔ اُسی وقت سے کبیر راماند کے شاگرد کہلانے لگے۔

بابو شyam سندھ دا کہتا ہے کہ کبیر گم نہ تھا ولی میں لکھا ہے: "مختصر روایت کی بنیاد پر راماند کو سن کا گرو مان لینا ٹھیک نہیں ہے۔ روایت ہی تواریخ کی روشنی میں ٹھیک نہیں ٹھہرتی۔ راماندجی

کبیر کی شادی ہوئی تھی یا نہیں، یہ بات بھی مشتبہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کی بیوی کا نام "لوی" تھا جو ایک بنگھنڈی بیراگی کی بیٹی تھی۔ اُن کے گھر پر ایک روز سنتوں کا اجتماع تھا۔ اُس میں کبیر بھی موجود تھے۔ سب سنتوں کو پینے کے لیے دودھ دیا گیا۔ سب نے تو پی لیا لیکن کبیر نے

(حاشیہ صفحہ ماسبق سے مسلسل) قیاس آرائی کافی نہیں ہو سکتی۔ کبیر کا تعلق مسیح گھرانے سے تھا۔ چنانچہ یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ کم از کم خاندانی روایت کے اعتبار سے وہ مسلمان تھے، ابتدائی عمر میں کسی مسلمان بزرگ سے اُن کا بیعت کر لینا ہر طرح قرین قیاس ہے۔ اس کا امکان ہے کہ بعد کے زمانے میں کبیر نے اُس سے قطع تعلق کر لیا ہو۔ والد اعظم۔

کبیر کے عقیدے کے بارے میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آتا ہے۔ چنانچہ گہر (ضلع ہستی) میں سادھی کے ساتھ ساتھ اُن کی قبر بھی بنی ہوئی ہے۔ اُس سے متصل ایک مندر ہے اور اُسی سے ملحق ایک سجد کی عمارت بھی موجود ہے۔ پروفیسر شیرانی ناقل ہیں:

"کبیر کی اوقات کے لیے دو گادوں شاہی زمانے سے معافی چلے آتے ہیں۔ ایک گادوں مسلمانوں کے قبضے میں ہے اور دوسرا ہندوؤں کے قبضے میں" (پنجاب میں اُردو مسلمان)

چنانچہ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کبیر کے گرو کی حیثیت سے کسی مسلمان بزرگ کا وجود نہ رہا ہو۔

(مترجم)

بعض عالموں کا خیال ہے کہ شیخ تقی کبیر کے گرو تھے لیکن گرو کو کبیر خدا سے بھی بڑا مانتے تھے اُسی گرو شیخ تقی کے لیے وہ ایسا نہیں کہہ سکتے تھے۔
گھٹ گھٹ ہے اونیاسی نہ ہو تقی تم شیخ
ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ وہ شیخ تقی کی نیک صحبت میں رہے ہوں اور اُن کے ساتھ مراسم بھی ہوں۔

(حاشیہ صفحہ ماسبق سے مسلسل) یہ دلائل تردید کر دی ہے جن اسباب سے کبیر کی پیدائش کو رماندہ سے متعلق کیا گیا وہی اُن کو کبیر کا گرو نہ ہر کرنے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے بابوشیام سندرداس کا شبہ نہایت مناسب ہے۔ بہر حال اس روایت سے متعلق حقائق کی جستجو ضروری ہے۔

"سنت مت کے روپ" سے بحث کرتے ہوئے مولف نے "بھکت مان" کے حوالے سے رماندہ کی پیدائش سمیت ۱۳۵۶ بکر می میں مانی ہے۔ اب اگر اُن کی موت کو ۵۰۵۰ کا واقعہ مانیں تو اُن کی عمر ڈیڑھ سو برس کی مانی ہوگی۔ یہ عمر ممکن تو نہیں لیکن غیر معمولی ضرور ہے اس کے مقابلے میں بابوشیام سندرداس نے جس روایت کو قبول کیا ہے وہ زیادہ قرین صحت معلوم ہوتی ہے۔ اُن کے مطابق گرو رماندہ کی عمر ایک سو دس برس کے قریب ہوگی۔ (مترجم)

Kobir and the Kabir Panth, Westcott, page 25
صاحب خزینۃ الاصفیاء نے کبیر کو شیخ تقی کا مرید لکھا ہے لیکن شیخ کے تفصیلی حالات نہیں لکھے ہیں۔ بہر حال شیخ تقی سے اس تعلق کی تردید کے لیے محض (باقی اگلے صفحہ پر)

کو چرچنا سنا تو ان کو بلایا۔ جب کبیر کو خود کو خدا کہتے سنا تو غصہ میں آکر اُس نے ان کو آگ میں ڈلوا دیا لیکن یہ اُس میں سے صاف نکل آئے۔ پھر تلوار سے قتل کرنا چاہا لیکن تلوار بھی ان کے جسم کو مجروح کیے بغیر پار ہو گئی۔ آخر جب توپ سے اڑانا چاہا تو توپ میں پانی بھر گیا۔ مجبور ہو کر ہاتھی سے کچلوانا چاہا لیکن ہاتھی بھی ان سے ڈر کر بھاگ گیا۔ ایسے غیر فطری کمرشہوں میں کہ ان تک سہجائی ہے۔ نہیں کہا جاسکتا۔ ان کا غالباً کوئی یقین نہ کرے لیکن مہاتماؤں اور سنتوں کے ساتھ ایسے قصوں کا منسوب کیا جانا کوئی نئی بات نہیں ہے۔

موت کے وقت کبیر کا سی سے گھر چلے آئے۔ انھوں نے خود کہا ہے۔

سُکَلِ بَنِم سِو پُری گنوا یا مَرَتِ بارِ مگر اُٹھ آیا
عقیدہ یہ ہے کہ کا سی میں مرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے اور مگر

(حاشیہ صفحہ ۷۰ سابق سے مسلسل) اس لیے ان کو نقل کرتے چلے جانے کے سوا چارہ نہیں کبیر کے قتل سے متعلق سکندر لودی سے منسوب مختلف تدبیریں بھی یہی نوعیت کی ہیں۔ اگر ان تدبیروں کی نوعیت پر خیال کریں تو کبیر کے سکندر لودی کے سامنے پیش ہونے والی بات بھی ”برہمنائے عقیدت“ معلوم ہوتی ہے۔ ان روایتوں پر تاریخی تحقیق کی بنیاد قائم کرنا مشکل ہے۔ (مترجم)

اپنے جسم کا دودھ رکھا رہتے دیا۔ پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ ایک سنت آنے والا ہے اور اسی کے لیے یہ دودھ رکھ دیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک سنت اُسی کٹی پر پہنچا۔ سب لوگ کبیر کی قوت سے نہایت متاثر ہوئے۔ لوی تو ہلکتا ہوا اس طرح فریفتہ ہوئی کہ انھیں کے ساتھ رہنے لگی۔ بعض لوگ لوی کو کبیر کی بیوی اور بعض اُن کی مرید بتاتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ کبیر نے بعض شعروں میں اس کا ذکر کیا ہے مثلاً۔

کہتے کبیر سنورے لوی ہم تو ہنسی رہیگا کوئی
ممکن ہے کہ فی الاصل لوی اُن کی بیوی ہی رہی ہو، لیکن بعد میں کبیر نے سنتوں کے طریقے کے مطابق اُسے شاگرد بنالیا ہو۔ اپنی ازواجی زندگی کے بارے میں کبیر نے اتنا اعتراف کیا ہے۔

ناری تو ہم بھی کمری پایا نہیں بچار
جب جانی تب ہر ہری، ناری بڑا بکار
کہتے ہیں لوی سے اُن کے دو بچے تھے، ایک لڑکا تھا کمال اور دوسری لڑکی تھی کمالی۔

جس زمانے میں اپنی پند و موخلت کے لیے کبیر شہرت حاصل کر رہے تھے۔ سکندر لودی بادشاہ تھا۔ اُس نے کبیر کے مافوق الفطرت معاملوں سے اس حصے میں بیشتر باتیں محض عقیدہ مندانہ زبانی روایتوں پر مبنی اور مافوق الفطرت ہیں۔ ان کی تصدیق اغلب ہے کہ کسی ذریعے سے نہیں ہو سکتی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں مرنے سے دوزخ ملتی ہے۔ لیکن کبیر نے کہا ہے

جو کاسی تن بچے کبیرا

تو رام ہیں کون نہورا

وہ تو یہ کہتے تھے کہ اگر میں سچا بھگت ہوں تو کاسی میں مروں یا مگھر
میں کچھ نجات ملنی چاہیے۔ یہی سوچ کر وہ مگھر چلے آئے۔ اُن کے
مرنے کے بعد ہندو مسلمانوں میں اُن کی آخری رسوم سے متعلق جھگڑا اٹھا۔
ہندو بتلانا چاہتے تھے اور مسلمان دفن کرنے کے خواہشمند تھے۔ کفن
اٹھا کر جب دیکھا گیا تو میت کی جگہ پھول، راکھ دکھائی دی جیسے ہندو
مسلمانوں نے آسانی سے دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ہندو اور مسلمان
دونوں مطمئن ہو گئے۔ یوں اُن کی شاعری کی طرف اُن کی زندگی بھی
دو سپییوں کا مرقع ہے۔

کبیر کی اہمیت

ہرش کی موت کا زمانہ (۷۵۰ء) ہندوستان کی تاریخ میں
ایک زبردست سنگ میل کا حکم رکھتا ہے۔ شکر اچاریہ کے طور
سے برہمن مذہب کو دوبارہ فروغ ضرور حاصل ہو گیا تھا لیکن بعض
خارجی اسباب اور دوسرے عوامل کی بدولت وہ زیادہ مدت تک
چل نہ سکا۔ رفتہ رفتہ وہ بہت کچھ مسخ سا ہو گیا۔ ہندوستان پر
”شک ہون“ [शक-हूण] اور دوسرے کتنے ہی غیر ملکیوں
کے حملے ہو چکے تھے لیکن اُن غیر ملکیوں کے پاس کچھ متعین مذہبی ضابطے
اور سماجی اصول نہ تھے جس کے نتیجے میں وہ سب جلد ہی ہی ہندومت

۷۵۰ء مطابق ۷۵۰ء۔ یہ زمانہ عرب میں خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا تھا۔
جس کی ابتدا یکم محرم ۷۵۰ء مطابق ۷ نومبر ۶۴۷ء میں ہوئی اور ۱۵ ذی الحجہ ۷۵۰ء
مطابق ۲۰ مئی ۶۵۶ء کو آپؓ کی شہادت کے ساتھ ختم ہوئی۔ (مترجم)

بعض مسلم حکمرانوں کی وقتی تخریب کاریوں کے سبب ہندوؤں میں سماج کے طریقوں کو زیادہ منضبط کرنے کی ضرورت کا احساس بیدار ہوا جس کے نتیجے میں برنوں (فرقوں) پر مشتمل اپنے مذہب کی حفاظت، پھوپھوت کی سختی اور پردے کی روایت قائم ہوئی۔ چودھویں صدی (عیسوی) میں ہندوستانی سماج کی بے اطمینانی کے ان خارجی اسباب کے علاوہ بعض مخصوص عوامل اور بھی تھے۔ قدیمی زبان اب نیا روپ اختیار کر چکی تھی۔ مذہبی ادب کی تخلیق نامتوسنسکرت میں ہوئی تھی چنانچہ مذہب کا مطالعہ بھی پندرہویں تک محدود ہو کر رہ گیا تھا اور عوام مذہبی علوم سے بہت دور جڑے تھے جس طرح یورپ میں پندرہویں صدی میں یورپ ہی مذہب کے "کل" سمجھے جاتے تھے اسی طرح کبیر سے پہلے مذہب کا علم بھی پوری طرح برہمنوں کا حصہ تھا۔ عوام کے اطمینان کے لیے کوئی صورت نہ تھی حکمرانوں کی آزادانہ روش کے سبب سیاسی بے اطمینانی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ محمد تغلق کے دور سے ہی حالات میں بے قاعدگی آگئی تھی بھرتھور کے ۱۳۹۸ء کے حملے نے گویا شمالی ہند میں رات کو نو بجے اور شدت کو عام کر دیا تھا۔ اسی بے اطمینانی کے زمانے میں راما چند اور کبیر کا ظہور ہوا۔ مشہور

۱۔ اسلام میں پردے کی روایت قدیم ہے۔ گمان غالب ہے کہ شمالی ہند کے ہندوؤں میں پردے کا رواج مسلم موافق سے اختلاط کا براہ راست اثر ہے۔ اسے ہندو مذہب کی حفاظتی تدابیر میں شمار کرنا بہت مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ (مترجم)

۲۔ میں فہم ہو کر رہ گئے اور کچھ مدت کے بعد ان کی جداگانہ اور امتیازی حیثیت بھی باقی نہیں رہ گئی لیکن اسذمی تہذیب ایک مخصوص امتیازی قوت کے ساتھ ابھر کر آئی تھی۔ فاتح کی حیثیت سے جب وہ ہندوستان میں آئے تو مسلم حکمرانوں اور ہندو عوام کے مابین طبائع کے اختلاف بلکہ تضاد نے ان دونوں کو یک نہ ہونے دیا۔ مورخ اسمتھ کا بیان ہے:

"چودھویں صدی میں کچھ لالچ اور کچھ ڈر کے سبب شمالی ہند کی زیادہ آبادی مسلمان ہو گئی تھی"

۳۔ چودھویں صدی عیسوی مطابق ہے آٹھویں صدی ہجری سے حضرت نصیر الدین چراغ دہلی (متوفی ۷۵۰ھ مطابق ۱۳۵۰ء) کے بیابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ابتدائی عمر میں اودھ میں مسلمانوں کے مزارات "تعمیر ہو چکے تھے اور اس علاقے کے مسلمانوں میں جہاں بعض بڑے تاجر تھے وہیں "بڑے پکانے والے" کی دوکان بھی قائم تھی یہ لوگ اپنے قول اور عمل سے اپنے معتقدات کی تلقین بھی کرتے رہتے تھے چنانچہ اسمتھ کا بیان شراغیہ ہے جس کے پس پشت ہندو اور مسلم نور میں منافرت پیدا کرنے کا جذبہ معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان میں اسلام کی ترویج بنیادی طور پر صوفیائے کرام کی مساعی کا نتیجہ ہے جن کا پیغام ہی نہیں ایمان بھی یہ تھا کہ تمام انسان ایک آدم کی اولاد ہیں اور ان میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے عمل سب سے اچھے ہیں حقیقی انسان دوستی اور مساوات پر مبنی اس پیغام میں ملک کی ساری آبادی بالخصوص یہاں کے پریشان حال اور پست تر طبقے کے لیے بڑی کشش تھی اور یہی ان کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا سب سے اہم سبب ہے۔ ڈریلائیج کی وجہ سے ہونے والی تبدیلی محض وقتی یا عارضی ہو سکتی ہے اور اس میں استحکام اور استقلال کے ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اسمتھ کا بیان کبیر کے سلسلہ حالات میں اور بھی غیر متعلق ہے کیونکہ پورب دیس "بیرونی حملوں کے مراکز سے دور ہونے کے سبب من حیثیت المجموع محفوظ تر تھا۔ (مترجم)

مورخ بکے کا قول ہے کہ :

"رابطہ یا اتحاد کا لازمی نتیجہ زمانے کی ترقی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔"

کتیر کے بارے میں یہ بات پوری طرح صادق آتی ہے۔ عوام کے مذہب سے بے بہرہ ہونے اور حکمرانوں کے رویہ کے سبب کتیر کی ولادت کے زمانے میں ہندو اور مسلمانوں کے مابین اختلاف بہت بڑھ گیا تھا۔ دھرم کی سچی تعلیم کو بھول کر مصنوعی تفریقوں سے مشغول ہو کر دونوں ذاتیں دھرم کے نام پر آدھرم (بیدینی) کی مرکب ہو رہی تھیں۔ ان حالات میں سچے راستے کے دکھانے کا سہرا کتیر کے سر ہے۔ اگرچہ کتیر کے نصایح، مذہبی اصلاحات تک ہی محدود ہیں، ہندوستان کے جدید دور کے سماج سدھار کرنے والوں میں ان کا مقام سب سے بلند ہے کیونکہ ہندوستانی دھرم کے تحت درجن۔ لگا ہوں کی محافظت اور شخصی عمل تینوں کی اہمیت مساوی ہے۔

کتیر سے پہلے بھی ہندو سماج میں کتنے ہی دھارمک سدھار کرنے والے اُٹھے تھے لیکن ان میں بے لوث حقیقت بینی کی قوت بلکہ جسارت

عامی بہت صحیح نہیں۔ کتیر کے زمانے میں ملک کے مختلف گوشوں میں ہندو سماج اتحاد کی تحریکوں کا فروغ بجائے خود اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ عوامی سطح پر دونوں طبقے ایک دوسرے سے قریب آ رہے تھے۔ (مترجم)

نہیں تھی۔ ہندو اپنی خلقت ہی میں مذہب زدہ ہوتا ہے۔ یہ اُس کی قومی کمزوری ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے مذاہب کا صریح بطلان مسلم معاشرہ کا امتیازی وصف ہے۔ ان دونوں متضاد روایتوں کے امتزاج سے کتیر کی شخصیت کی تشکیل ہوئی تھی چنانچہ ان کا بنیادی مشن ان دونوں دھارموں کو ایک مخزن پر جمع کرنا تھا۔ کتیر کی تعلیم میں ہمیں ہندوؤں، مسلمانوں کے بیچ کی دیوار کو توڑنے کی کوشش نظر آتی ہے۔ یہی ان کی دلی خواہش تھی۔

کتیر کی اہمیت مذہبی بے اعتدالیوں کی واضح لفظوں میں مخالفت کر کے اُسے حق پرستی کا رخ دے دینے کے سبب ہے۔ کتیر نے سمجھ لیا تھا کہ ہندو مسلم نزاع کی اصل ان دونوں کی کورانہ عقیدت تھی۔ دھرم کا اصل راستہ دنیا کی مصنوعی تفریقوں سے بالکل الگ ہے۔

کہہ ہندو مونہہ رام پیارا، تروک کہئے۔ جی مانا
آپس میں دو اور کیر کیر مودے، مرم نہ کا ہو جانا

فی الواقع ہندوستانی سماج میں اخوت کے یہ جذبات کتیر ہی کے ذریعے پہلی بار عام ہوئے تھے۔ عبدیت کی تحریک کے تحت خدا کے سامنے مساوات کے خیالوں کی تلقین تو سامانہ نہ تھی لیکن طبقاتی تقسیم اور ادنیٰ نیچ کے معاملوں کو یگانگت سے بدل دینے کی جرأت کتیر سے پہلے کسی کو نہیں ہوئی تھی۔ سچا سدھار کرنے والا سماج کو نیا راستہ دکھانے کے بجائے اندھی عقیدت میں مبتلا لوگوں کو استدلال کے زور سے جگانے کو زیادہ مناسب سمجھتا ہے۔ کتیر آزاد خیال شخص تھے۔ کاسی میں جو ہندو دھرم کا مخصوص مرکز تھا

مذہبی کتابوں کے حوالے سے کی جا رہی تھی۔ کبیر نے دیکھا کہ ساستر اور پُران وغیرہ کی کتھاؤں سے دھرم کے سچے اصولوں کو لوگ فراموش کر رہے تھے۔ یہ سب جھوٹ کا پانا ہے۔ بغفلت کے سبب انسان تکلفات میں پڑ گیا ہے۔

مہر نہ رتی نہ رنجن دیوا
سب مل کینہ ایک بندھانا

آپ بندھے اور نہ کو باندھے
بھوسا گر کا کینہ پیا نا

بات سچی ہے لیکن روکھے انداز میں کہی گئی ہے۔ مختصر سے لفظوں میں تلخ حقیقت کو اس طرز پر پیش کیا ہے کہ کہنے اور سننے والے دونوں پر زرد پڑتی ہے۔ اس گفتگو کا ماحصل یہ نہیں ہے کہ کبیر نے علم کے سرشپوں بید اور قرآن کو فی الواقع منہ سمجھ لیا تھا۔ اُن کا تو کہن یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے ان کا سہارا لینا جہالت ہے۔ انھوں نے اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ

بید کتاب کہو مت جھوٹے جھوٹا جو نہ بچا رہے

کاسی، گیا، دوار کا وغیرہ کی یا ترا کا کوئی بھی فائدہ نہیں۔ آدمی کو پہلے کدورت سے پاک ہونا چاہیے۔ ان کی پوشاک رنگی ہوئی ہے، دل نہیں۔ کبیر کے زمانے میں ہندو مسلمانوں کے آپس کے اختلافوں کی وجہ سے دھرم کے ظاہری معاملوں میں بہت ترقی ہو گئی تھی۔ ہندو ساستروں کی رو سے پرما تہا سارے عالم پر محیط ہے۔ صوفی عقیدہ بھی اسی کا مؤید ہے لیکن عوام بنیادی اصول کو بھول کر فروعات کو ہی اصل سمجھتے اور باہم اختلاف کرتے رہے۔ خداے محیط و بسیط کا مقام کوئی پورب اور کوئی ٹچم بتاتا ہے۔ مسلمان اذان دیکر خدا کو یاد کرنے میں اپنی اہمیت سمجھتا ہے۔ پُرانوں کے مطابق

کبیر کے سوا یہ پوچھنے کی جرأت کون کر سکتا تھا کہ
جو تم با تمہن با تمہنی دباے
اور راہ تم کا ہے نہ آئے

اگر کالی اور سفید گائے کے دودھ میں کوئی فرق نہیں ہوتا تو پھر اُس خالق کائنات کی تخلیق میں ذات اور پیشہ کا فرق کیوں؟
کوئی ہندو، کوئی تروک کہاوے، ایک زمیں پر رہتے
سچ تو یہ ہے کہ سبھی پر میسور کے بندے ہیں۔
کو براہمن، کو سودرا

کبیر کی یہ وسعت نظری انھیں "کل" پر حاوی بنا دیتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ بندگی کے طریقے کے فروغ کے ساتھ کتنے ہی دوسرے ہاتھ اداؤں نے بھی سودروں کو قبول کر لیا تھا لیکن:

"ذاتوں کی تقسیم رسوا کن اور مضرت رساں ہے"

یہ اعلان کرنے کی جسارت کبیر سے پہلے کسی کو نہیں ہوئی تھی۔

ذاتوں کی تقسیم کے اصولوں کی پابندی میں چھو اچھوت کا مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہو گیا تھا۔ ہندو مسلمان دونوں نے اپنے مخصوص سماجی معاملوں کی تشکیل کر لی تھی۔ دھرم کے نمائشی عناصر کا انوکھا سبب بھی ہو رہا تھا۔ دھرم صرف تکلفات تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ پنڈتوں اور عوام کی اہمیت اور ان کی تنگ خیالی کی وجہ سے تصنع بہت عام ہو گیا تھا۔ زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان سبھی معاملوں کی ترویج پُران، اور قرآن وغیرہ

پھر سچ بات کے لیے تو اُس کی صداقت ہی سب سے بہتر دلیل ہو سکتی ہے۔
اُن کا کہنا ہے کہ

میں کہتا ہوں آنکھیں دیکھی
تو کہتا کاگرد کی لیکھی

سوال یہ کیا جاسکتا ہے کہ اپنے مقصد میں کبیر کہاں تک کامیاب ہو سکے؟
یہ واقعہ ہے کہ عوام اپنے بے بصیرتی کے سبب ہر زمانے میں عظیم شخصیتوں
سے صرف نظر کرتے رہے ہیں۔ زمانے کا رخ پھیر دینے والے ہاتھوں
کو اپنی تعلیم کے عام نہ ہونے سے ہمیشہ ملال بھی ہوتا رہا ہے۔ سقراط
اور کرائسٹ بھی اس عوامی جہل کے شکار ہوئے ہیں۔ کبیر کا پیغام
بھی مصنوعی تفریق سے خالی، مگر محبت پر مبنی تھا، یہ اور بات ہے کہ
اسے آفاقی قیمت حاصل نہ ہو سکی ہو۔

ہندوستان کے تعلیم یافتہ سماج پر بادی النظر میں کبیر کا اثر بہت
کم پڑا لیکن ہندو اور مسلمان دونوں میں یکساں طور سے یہ بات عام
ہو گئی کہ سب کا خدا ایک ہے اور سب خدا کے بندے ہیں۔ جو بھی خدا کی
عبادت کرتا ہے خدا کا عبد (بندہ) ہے۔ اُس کا قرب حاصل کرنے
کے لیے خلوص محبت ضروری ہے۔ کسی نسل، ذات، یا علم کی اس باب میں
تخصیص نہیں۔ اس نوع کی کتنی ہی باتیں کبیر کے نام سے آج تک شامی
ہند کے گاؤں میں مشہور ہیں۔ ہندو مسلمان دونوں کبیر کی اہمیت کو تسلیم
کرتے ہیں۔ ہندوستانی معاشرہ کی تاریخ میں بھی کبیر کے مذکورہ جذبہ کا اثر

بھی کتنے ہی طریقے بتائے گئے ہیں۔ خدای فرماں غیر محدود ہیں۔ اُن کے ذریعہ
ظہر کیے گئے راستوں کی سمت بھی متعین نہیں ہے۔ سبھی اپنا رنگ لاپتے
ہیں۔ کبیر نے دیکھا کہ بے شمار روپ والی ذاتِ واحد کو ایک مختصر اور محدود
روپ دیکھ ہے سبب اختلاف بڑھا رہا ہے۔ اُنھوں نے صاف صاف
کہا کہ مہادیو اور محمد میں کوئی سید نہیں ہے۔ اور رام اور رحیم مترادف ہیں۔
کیا ہندو اور کیا مسلمان سب اسی پروردگار کے بندے ہیں؟

ہندو ترک کی ایک راہ ہے ست گرد راہے بتائی
کہنے کبیر سُنو ہو سنتو رام نہ کہیو خدا ہی

اس طرح کبیر نے اپنے وقت میں مذہبی بدعنوانیوں اور مذہبوں کے
دور کر کے آپسی اختلافوں کو مٹانے کی کامیاب کوشش کی۔ سادہ
زندگی، صداقت، عمدہ برتاؤ وغیرہ اُن کے اصول ہیں۔ ہندو مسلمان
دونوں مذہبی بننے میں لیکن کبیر کا کہنا ہے

اِن دواو راہ نہ پائی

ایک بکری کاٹتا ہے اور دوسرا گائے کو ذبح کرتا ہے۔ یہ بد عمل نہیں تو
اور کیا ہے؟ کبیر نے ہندو مسلمان دونوں کی تصنع آمیز زندگی کو آہستہ
آہستہ مساوات اور سادگی کی طاف پھیر دیا۔ اپنے خیالوں کی تائید
کے لیے اُنھوں نے کسی متین کتاب کا سہارا نہیں لیا۔ اس کا سبب
ممکن ہے یہ ہو کہ وہ خود کتابی علم سے بہرہ ور نہیں تھے لیکن اُن کا مشاہدہ
یہ تھا کہ انھیں مذہبی کتابوں کا سہارا لیکر ہندو مسلمان بے انصافیاں کر رہے

عہدِ کبیر میں ادب کی حالت

مسلمانوں کی روز افزوں یورشوں نے ہندوؤں
دورِ انقلاب کے دلوں میں خوں و ہراس کی کیفیت پیدا کر دی
 تھی۔ اگر حملہ آور صرف لوٹ مار کر کے واپس ہو جاتے تو مقامی باشندوں
 کے سکون میں محض وقتی طور سے خلل پڑتا لیکن جب انھوں نے اس خلل
 کو اپنی مملکت قرار دیکر اس پر حکومت کرنی شروع کی تو ہندوؤں کے
 سامنے اپنے وجود کو برقرار رکھنے کا سوال پیدا ہو گیا۔ پھر جب مسلمانوں نے
 اپنی صداقتوں کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تو حالات
 زیادہ تشویشناک ہو گئے۔ ہندوؤں میں مسلمانوں سے لوہا لینے کی طاقت
 نہیں تھی۔ وہ مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے تھے لیکن اپنے دھرم کی
 بربادی بھی اُن کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ اس مایوسی کے عالم میں
 اُن کے پاس خدا سے دعا کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ تلوار کی جگہ
 انھوں نے "مالا" کا سہارا لیا اور بہادری کے بدلے صبر اور درگزر کی

دافع طور سے دیکھا جاسکتا ہے۔ کبیر کے زمانے کے بعد مسلم دورِ حکومت میں تقریباً
 تین صدی تک ہندو مسلم مذہب سے متعلق فتنہ انگیزی کا کوئی واقعہ نہیں ملتا
 بلکہ عہدِ اکبری کے مغل انتظامیہ میں ہندو مسلم روابط سے متعلق تو بہت واقعات
 مشہور ہیں۔ مورخ اس کے مختلف اسباب بتاتے ہیں لیکن اُن تمام اسباب
 کے پس پشت ہندو مسلم اختلاف کی جڑ یعنی معاشرہ میں اندھی عقیدت کو
 مٹا کر مساوات کی تلقین کرنے والے کبیر کا ظہور خصوصیت کے ساتھ توجہ کا
 مستحق ہے۔ مورخین عموماً اس کو نظر انداز کر گئے ہیں لیکن اس کا اثر ہم گاؤں
 میں بھی دیکھ سکتے ہیں جہاں آج بھی ہندو مسلم تفریق کا کوئی اثر بظاہر معلوم نہیں
 ہوتا۔ چھو اچھوت تو بہت حد تک معدوم ہے۔ یہی نہیں بلکہ دونوں برابری
 زندگی کی سادہ روی، علم اور اطمینان کے مضامین پر مشتمل کتنے ہی اشعار
 محبت کے ساتھ مل جل کر گایا کرتے ہیں۔ کبیر نے صدیوں کی پریشان مزاجی کو
 دور کر کے سماج کے ہر فرد کو زیادہ سے زیادہ شایستہ بنا دیا ہے۔ انھوں نے
 سماج میں ایک انقلاب سا پیدا کر دیا تھا۔ دھرم کے نام پر کی جانے والی
 بدعنوانیوں کا مقابلہ کر کے عوام کی بولی کے ذریعے معاشرہ میں بیداری پیدا
 کر دینے میں کبیر کی حیثیت سب سے مقدم ہے۔

نہ بھی ادب میں مذہبی خیالوں کے بنیادی حیثیت اختیار
 دور کا کر لینے کے سبب مذہب سے متعلق ادب کی تخلیق کے امکانات
 آغاز روشن ہو گئے۔ اُس وقت برٹش بھاشا ترقی پر تھی۔ اُس میں
 ایسے ادب کے سلسلے کا آغاز ہوا۔ ڈنگل بن شا ایسے ادب کے لیے
 کلی طور پر مطالب نہ تھی۔ وہ رن کی زبان تھی۔ اُس میں جہل جنگ کا شہد
 تھا، مذہب کے لطیف جذبات اُس میں پروان نہیں چڑھ سکتے تھے۔
 ان کے لیے تو برج بن شا کی طرح میٹھی زبان کی ضرورت تھی۔ اِس لیے
 اِسی میں ادب کی تخلیق ہونے لگی۔ اگرچہ اُس زمانے تک برج بھاشا میں
 کریسن سے متعلق ادب کی تخلیق کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا لیکن بھارک
 کے عقیدے سے متاثر ہو کر جید یو کے گیت گوپند کی دھن، بھاشا کو
 ادب کی طرف آگے بڑھا چکی تھی۔

اس حصے میں افسوس ہے کہ مولف تاریخی ترتیب کا پاس نہ کر سکے۔

ڈاکٹر دھیر بندر دیا کی تحقیق ہے کہ:

”برج بھاشا سے متعلق چند صدیوں تک کے نمونے نہ ہونے کے

برابر ہیں۔“ (برج بھاشا ویا کرن، مطبوعہ الہ آباد ۱۹۳۷ء)

اِس کے برخلاف اودھی میں چودھویں صدی تک کی باقاعدہ تصنیف دستیاب ہیں
 اور پورب دیس کے رہنے والے کبیر ان سے براہ راست متاثر ہو رہے تھے۔

(مترجم)

راہ اختیار کی۔ وہ خدای قوت اور اُس کے دستور پر یقین کرنے لگے۔
 کبھی اگر کہیں پر بہادری کی جنگا ر ی دکھائی دیتی تو دوسرے ہی لمحے میں
 وہ بچہ جاتی تھی یا بچھا دی جاتی تھی۔ ان حالات میں بدشعور کو سزا دینے
 کا کام انھوں نے خدا پر تھپوڑ دیا اور عالم اشیا کے معاملوں سے کٹ کر رہش
 ہو کر دوسری دنیا اور فکر و استغراق کے عالم میں بسہ کرنے لگے۔ اُس زمانے
 میں ہندو راجا اور پر جادوؤں کے خیال اِسی طور پر ڈھل گئے تھے اور ویر گا تھا
 کال کی ویر زس (بہادری) کی روایت آہستہ آہستہ خاموش ہو کر نہنگار
 زس (مہربانی) میں تبدیل ہونے لگی۔

راجاؤں کا سب سے شہور غیر واضح اور دھندلا ہو گیا تھا

ادب کا اِس لیے وہ اپنی عظمت اور اہمیت کے بلند مقام کو بھی

قائم نہ رکھ سکے۔ اُن کے معیاروں میں تبدیلی ہونے کی وجہ

انحطاط سے بھلاؤں کے لیے بھی سہارہ کی کوئی جگہ نہیں رہ گئی۔

وہ اب کس کی ویر گا تھا (بہادری کی داستان) گاتے اور کیسے رن کے

یہ حوصلہ دلاتے۔ تاہم وہ بھی میدان سے ہٹنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈنگل ادب

کی ترقی کی رفتار میں بھی فرق آنے لگا۔ اُس کی روایتی تخلیق میں رکاوٹ

پڑنے لگی اور ادب کا معیار بھی گرنے لگا۔ روایتی ڈنگل بھاشا محض

نام کے لیے مروجہ زبان ہو کر رہ گئی۔ اُس کا ادبی قدر بھی اُس

عہد کے ادب کی طرح پڑے پڑے طور پر برباد ہو گیا۔

ممکن نہیں۔ البتہ اگر اُن کی شاعری میں بھکتی کا وہ روپ ہوتا جو مذہبی دور میں عام ہوتا تو انھیں مذہبی دور کا پہلا شاعر ضرور تسلیم کیا جاتا۔

رام سے متعلق ادب

راماوند کے اثر سے رام بھکتی رواج پارہی تھی لیکن اس علاقے میں ابھی تک کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا تھا۔ یوں تو رامانند نے خود بھی ہندی میں کچھ متفرق چیزیں کہی ہیں لیکن رام سے متعلق ادب کے روشن مستقبل کی خبر دینے والی اُس میں کوئی چیز نہیں تھی۔ تلسی داس کی فکر کے آفتاب کی کرنیں بھی ابھی آسمانِ ادب پر نمودار نہیں ہوئی تھیں۔

صوفی ادب

اس زمانے میں مسلمانی حکومت کے دو اثرات ظاہر تھے یعنی:

(۱) مسلمانوں کے مذہب کے اصولوں کا پرچار، اور

(۲) مسلمانوں کی عیش کوشی پر مشتمل تفریحی ادب۔

جب مسلمانوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنالیا تو وہ اپنے مذہب کے پرچار کے ساتھ یہاں کے دھرم کو سمجھنے کی بھی کوشش کرنے لگے۔ نتیجے میں صوفی مت کے پرچار کا راستہ کھلا۔ انھوں نے مذہب کے خیالوں کو واضح روپ سے پیش کرنے کے لیے ہندو کتھاؤں سے مدد لی۔

اسے رامانند کے زمانے کا تعین جس طرح مولف نے کیا ہے اُس کی روشنی میں یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ پورب کے علاقے میں اُن سے پہلے شاعری کی غیر منقطع اور مسلسل روایت موجود تھی۔ (مترجم)

میتھل کوکل و دیاپتی سیوک کے معتقد ہوتے ہوئے بھی رادھا کرشن کی عقیدت میں اپنے قلم کا استعمال کر چکے تھے۔ انھوں نے گیت گووند کے سُردوں میں ہی اپنی شاعری (پداؤن) کی تخلیق کی تھی۔ مگر یہ و دیاپتی نے رادھا کرشن کے چرنوں میں بھکتی کے جذبات کا اظہار نہیں کیا۔ اس کے باوجود وہ اُن کی خوبیوں کے بیان میں پوری طرح محو ہیں۔ یکار سواری کے قول کے مطابق تو اُن کی تخلیقات میں روحانی کشش ظاہر ہوتی ہے۔ نیکن و دیاپتی کے کلام کا مطالعہ کرنے والا انھیں بھکت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہو سکا۔ انھوں نے رادھی کرشن کے معاملوں کو جوانی کی بے سند حرکتوں کے طور پر پیش کیا ہے۔ اُن کے شباب اور وصل کی کیفیتوں کے بیان میں سرنگار رس (عشق بی زی) کی تمام سرستیاں بنیادی حیثیت سے موجود ہیں اور بکثرت شہوانیات کے مقابلے میں الگ پڑی ہوئی تڑپ رہی ہے۔ ایسی صورت میں و دیاپتی کو روحانی شاعر کہنا

علا و دیاپتی کا تعلق برج بھاشا سے پس دور کا ہو سکتا ہے۔ وہ در بھنگ کے پسپا نامی گادوں کے رہنے والے تھے۔ قیاس سمیت ۱۴۱۷ میں پیدا ہوئے اور سمیت ۱۵۰۷ میں مرے گویا انھوں نے "پوربی" کے مشہور شاعر علاؤ الد کا تخیل زمانہ پایا تھا۔ اُن کا داد سے متاثر ہونا خلافت قیاس نہیں ہے۔ بہر حال داد کی موجودگی میں و دیاپتی کو "مذہبی دور کا پہلا شاعر" تسلیم کر لینے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ (مترجم)

ہٹ یوگ

سہی زملے میں گورکھتہ کے پانچہ کا پرچار ہو رہا تھا۔
ہندی اور ب۔ کے مودوں نے گورکھتہ کی زمانہ شت

مانا ہے نیکن مہٹی ادب کی "گیا نیسوری" تانی کتاب ہے ان کا زمانہ
اس سے بہت پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ "گیا نیسوری" ہمارے ان کے باپ
جسری وینکاس پنت اپنے آخر زمانے میں گورکھتہ کے معاصر تھے اور
انھیں کے رشا گرو ہوئے تھے۔ وینکاس پنت نے شت کے ٹک ہٹک
گورکھتہ کی شاگردی اختیار کی تھی اس لیے گورکھتہ کا زمانہ اس کے
آس پاس ہی کا مانا جانا چاہیے۔ اس طرح ان کا مؤثر وقت تیرھویں صدی
بکری کے وسط کا ہوگا۔

گورکھتہ کے واسطے سے مودہ ہٹ یوگ ایسور کے حصول کے
ذرائع کا ایک خاص روپ مانا جاتا ہے۔ ہٹ یوگ کا سب سے زیادہ
شش انداز سے پرچار کرنے کا سبب اگر گورکھتہ ہی کے سربہ انھوں
اپنا ایک الگ پنہ چڑیا اس کے ماننے والے "کن پھٹ" کہلاتے ہیں
کیونکہ وہ اپنے کان میں بلور کا بڑا سا کنڈل پہنے رہتے ہیں۔ تیسرے
خدا تک رسائی کے لیے ان کے ہٹ یوگ کا خاص طور سے سہارا لیا
ہے کیونکہ کبیر کے زمانے میں اس کو ایک خاص پنہ کی حیثیت سے شہرت
حاصل تھی۔

سہی زملے کی ترتیب میں ان کا ذکر خسر سے پہلے آنا چاہیے تھا۔ (مترجم)

اس طرح بیانیہ شاعری وجود میں آئی۔ ہندو ماحول سے آراستہ عشقیہ
کہانیوں کے سہارے انھوں نے اپنے متصوفانہ عقیدوں کا پرچار کرنے
کی کوشش کی۔ وہ اودھی بھک میں دوہے، چوپای اور چھند کے روپ
میں سادگی کے ساتھ مثنوی کے ڈھنگ پر اپنے خیالوں کو صراحت سے
پیش کرنے لگے۔ اس طرح کی تخلیقات میں "برگادوت" اور "مدھو مالیت"
مشہور ہیں۔

تفریحی ادب، صوفی ادب کے ساتھ مسلمانوں کی لذت پوشی کے
اثرات بھی نمایاں ہو کر سامنے آئے لگے۔ امیر خسرو کی
پہیلیاں مکرئی اور پہیلیوں نے تفریحی ادب پیدا کیا۔ دیرگاتھا کال
کی شام میں تفریح کا یہ سہارا قدرتی اور فطری ہوتے ہوئے بھی غیر اہم تھا
کیونکہ خسرو کی پہیلیوں میں نہ تو ادبی متانت تھی اور نہ کسی مخصوص ضابطہ کا
ان میں اظہار ہوتا تھا۔ یہ صرف خیالوں کو گدگد دینے والی ایک چیز تھی
کھانا کھا کر حقہ پیتے وقت یہ تفریح کا ذریعہ ہے۔ اس میں اگر مزگار اس
(طربہ) ہے تو وہ بھی غیرت سے خالی اور طریاں۔ کسی قدر ہنسی چاہے
آجائے لیکن زندگی میں ان سے بیداری نہیں آسکتی۔

برگادوت ملک محمد جاسی کی اور مدھو مالیت شیخ منجھن کی تصنیف ہے۔ (مترجم)
مٹھ خواجہ امیر خسرو کا زمانہ رامانند اور ودیا پتی وغیرہ سے پہلے کا ہے۔ اس تاریخی
پس منظر میں دیکھیں تو ان کی شاعری کی اہمیت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ (مترجم)

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ روحانی مسائل کو سلجھانے کے لیے، جو
دلیلوں کے ذریعے نہیں سلجھائے جاسکتے، گورکھنا تھ نے بھی روپک
(تمثیل) کا سہارا لیا ہے جو زیادہ تر اپنسدوں اور خاص کر پچھلے
اپنسدوں میں پائے جاتے ہیں۔۔۔ گورکھنا تھ کے اصول کی سب سے
بڑی خصوصیت بغیر کسی شبہ کے اُس کی آفاقیت ہے۔ وہ سبھی
ذاتوں کے لیے کھلا ہوا ہے اور اُس میں کھانے پینے سے متعلق کوئی
خاص جھنجھٹ نہیں ہے۔ دونوں باتوں میں یہ راما نند کی بسنوی سے متعلق
روایت سے مماثل ہے۔ دونوں فرقوں کی مماثلت اس بات سے اور
بھی بڑھ گئی ہے کہ دونوں نے اپنے سنتوں کو ہمیںز کرنے کے لیے
لفظ "آدھوت" استعمال کیا ہے۔

سنت مت مسلمان مذہب کے اصولوں نے تنصوت (صوفی مت)
کے پرچار کے علاوہ ہندو دھرم کو بھی متاثر کیا،
جس کے نتیجے میں سنت مت کے خدو خال مرتب ہوئے۔ مسلمانوں
کی طینت مورتی پوجا کے یکسر خلاف ہے۔ وہ کسی طرح بھی خدا کو ارشی
مورت نہیں دے سکتے۔ اُن کی اس طینت نے سنت مت کے برہم
(خدا) کو بھی بت کی شکل میں ظاہر نہیں ہونے دیا۔ ہندوؤں کا بت
پرستانہ مزاج کسی طرح بھی اُن مسلمانوں کی طبیعت سے میل نہیں
کھاتا تھا جو بت شکن تھے۔

گورکھ پنڈے ریو کی خستیت اور یوگ ساستہ کا مرتب ہے۔
چینچی اور اپنسدوں میں جو اہمیت یوگ ابھیاس (ریاضت)،
سریر کا چکر (جسم کے تقاضوں) 'دات (دہا)، پتن (افتادگی) اور
سوام (سائنس) سے متعلق رہس واد کے اسوؤں کو دی گئی ہے،
اُس سے ساف ن ہر ہے کہ کن پٹا پنڈے اور یوگ میں زبردست مطابقت
گورکھ بودھ کی شہادت کے مطابق پون (دہا) کا مقام ناف
ہے اور اُس کی بنیاد سنیہ (خلا) ہے جو ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ ہوا
(منس) خواہشات کی تکمیل کرتی ہے جس کا مقام دل ہے۔ منس
چاند سے متاثر ہوتا ہے آسمان (خل) میں قیام کرتا ہے۔ پون
سورج کی سنیہ (خلا) حالت سے اثر لیتا ہے۔ ایک دوسرا مادہ
"لفظ" بھی ہے جس کا مقام روپ میں ہے۔ دل، ناف، روپ اور
آسمان کی تخلیق سے پہلے منس خد میں لافانی تھا۔ ہوا غیر محدود کتی،
لفظ غیر متشکل تھا اور آسمان اور زمین کے بیچ میں قائم تھا۔
خلا چار قسم کے ہیں:

سہج (آسان) - آنوبھو (علم)

پرم (خاص) - آیت (خارٹ)

اسی آیت (خارٹ) خد میں نیند یا موت کے وقت روح آرام کرتی ہے۔
مادے باقی ہوتے ہیں جن میں ایک نرمان (تصنع) ہوتا ہے۔
اور دروازے دس ہوتے ہیں جو کاملیت کے حصول کے ذرائع ہیں۔

باتوں کا عدم ہے جو مسلمانوں کے مذہب کو نامعلوم ہیں۔ اس طرح سنتِ امت کے ردِ پ کا بہت کچھ انحصار مسلمانوں کے معتقدات پر ہے۔

ادبی ماحول مسلمانوں کے مذہب کے قیام ہو جانے کے بعد کے ادب کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ اس میں بھانوں کے زمانے کی بہادری کی کیفیات سے بہرہ نیر تخلیقات روز بروز

کم ہوتی جا رہی تھیں، اگرچہ ان کا سلسلہ ضرور قائم تھا۔ دوسری طرف مذہبی رہے اطمینانی کے سبب رام اور کرشن کی بھکتی سے متعلق دو دھارا میں پھوٹ نکلنے کے لیے راستہ ڈھونڈ رہی تھیں۔ یہ دونوں

بہت پستی (مورتی پوجا) میں ہی اپنے بدن کو لیے ہوئے تھیں۔ ان کے برخلاف مونی شاگردوں کی بیانیہ شاعری اور سنتِ امت کے وحدانیت پر مبنی خیالات ایک دوسرے سے پوٹاتے۔ بہت دور پورب میں ہٹ پوگ کی تلقین میں گورکھ ناتھ اور ان کے شاگردوں کی ایک جماعت تشری کتابوں کے ذریعے مصروف تھی جب کہ دئی کے شاہی ماحول میں خسرو کی پہیلیاں سلجھائی جا رہی تھیں۔ اس طرح ادبی ماحول بطور مجموعی افزائش کا تھا اور اس میں غور و فکر کے لیے یکسو کی صورت اپنی تھی۔

مسئلہ یہ تھا کہ بہت پستی ترک کر دینے کے بعد بھی اپنے دھرم کو تین ہی (آئین) طرز میں دیکھ کر کس طرح ہندو رہ سکتا تھا؟ اس مسئلہ کا حل بہت ہی آسان تھا۔ اس امت کے ذریعے اس اچھن کو دور کیا جاسکتا تھا۔ کہ اس امت کے باقی ہوئے۔ انھوں نے مسلمان اور ہندو دھرم کے بنیادوں اسوؤں کو لیکر اپنے پنتھ کی تشکیل کی۔ اس طرح:

”ایسور ایک ہے، جس کے ’ملکھ ماتھا‘ نہیں ہے۔

وہ ’چپ باس سے پاترا ہے۔

وہ ’زیر گن سگن سے پئے ہے“

خدا کا یہ تصور مونی امت اور ’ادویت واد‘ میں یکساں ہے۔ تصوف میں ’بقا‘ کے حصول کے لیے ’فنا‘ ضروری ہے۔ روحانی زندگی پانے کے لیے دنیا سے مبرا ہوا بن کر رہنا چاہیے۔ ’حق‘ ایک ہے اور ’بندہ‘ (سادھک) اس کا ہی روپ ہے۔ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر محیط ہے شیطان بندے کو حق کی راہ سے ہٹا دیتا ہے۔ سادھک کو اپنی سادھنا (بندگی) میں متعدد حالتوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اسی ”ادویت واد“ میں مایا برہم کی قوت ہے۔ وہی متفرق شکلوں کو جنم دیتی ہے۔ دنیا میں مختلف شیطانی گھس نام کے لیے ہیں، وہ سب مٹنے والی ہیں۔ ان پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کا وجود شیشہ اور شراب سے ہے۔ کبیر نے ان دونوں دھرموں کے بنیادی اصولوں سے اپنے پنتھ کی تشکیل کی ہے۔ اس ”کبیر پنتھ“ میں مسلمان مذہب کی وہ بھی باتیں ہیں جو ہندو دھرم سے میل کھا سکتی ہیں اور ان کو بھی

نئے معیہ بر قایم کیے۔ اُنھوں نے ناراین کی جگہ رام کی بھگتی پر زور دیا اور رام بھگتی کے نقطہ نظر سے برہمن اور سودر دونوں کو یکساں طور پر اپنا لیا۔ رامانند کے شاگرد کبیر پر ان باتوں کا بہت اثر پڑا اور سنت مت کی تشکیس میں اُنھوں نے من حیث الاکبر انھیں باتوں کو نشان کیا۔ اس طرح کے خیالوں سے سنت مت کا بڑا روپ ابھرا اُس میں رامانند کا اثر بہت نمایاں ہے چنانچہ

ایسور کے لیے لفظ 'رام' کا استعمال (اگرچہ رام سے مراد آند کے برہمن سے ہے، دوسرے کے پیٹے راجندر سے نہیں) ذات کے فرق کو مٹانا ہے

(ذات پات پوچھے نہیں کوی ہری کو بھجئے سوہری کا ہری) اور بندی میں شعری تخلیق

— یہ سبھی باتیں رامانند کے اثر سے سنت مت میں آئی ہیں۔

کبیر پہلے سنت مت جنھوں نے رامانند کے خیالوں کی تلقین بڑی بخوبی سے کی۔ وہ جلا ہے کے گھر میں پیدا ہوئے اس لیے اسلامی عقیدے

عہ آخر اند کر دونوں باتوں کو رامانند کا اثر بتانا محتاج ثبوت ہے، اس لیے کہ:

(الف) ابتدا ہی پہچ پر رامانند خود کبیر کو اپنا چیلانا نے کے لیے آمادہ نہ تھے۔

اور (ب) "ہندی" میں شعر کہنے میں نہ تو رامانند کو اولیت حاصل ہے اور نہ اس

باب میں اُن کی غیر معمولی اہمیت ہے۔ (ترجمہ)

کبیر کے مطابق "سنت مت" کا روپ

کبیر کی پیدائش کے وقت شمالی ہند میں رامانند کے اثرات پوری طرح پھیلے ہوئے تھے۔ رامانند کی پیدائش کے بارے میں صحیح طور پر تو کچھ نہیں کہہ جا سکتا لیکن "بھکت مال" کی رو سے اُن کی ولادت سمیت ۱۳۵۶ بکرمی میں ہوئی تھی۔ اُن کے والد کا نام پن رتن اور ماں کا سُشیلا تھا۔ رامانند رامانج کے سلسلے سے متعلق تھے اور اُنھوں نے ملک کے اطراف میں بار بار سفر کر کے اپنے اصولوں کا خوب پرچار کیا تھا۔ سری رامانج آچاریہ کے مطابق ناراین کی عبادت ہی اصل ہے اور پسنو کے ایسے ماننے والوں کو آہنسا پر پورا اعتقاد رکھنا چاہیے رامانج آچاریہ نے پسنو دھرم کی مقبول عام صورت کو قائم رکھتے ہوئے بھی سودروں کو اپنے سلسلے سے دور رکھا تھا۔ رامانند نے

ایسور کے حسن اور غیر حسن پر اپنے خیالوں کے امتیازات قائم کیے ہیں لیکن ان کے باقی تاثرات کبیر کے اصولوں سے ہی ماخوذ ہیں۔ کبیر کا ایسور ایک ہے، اس کا روپ نہیں ہے، جسم نہیں ہے۔ یہ تو کبیر کے مسلمان مزاج کے سبب تھا یا اس زمانے کے ہندوستانی ماحول کا اثر تھا جس میں مسلمان ذاتوں کے غلبے کے سبب خود مختار تہذیب کے طور پر ہندو مولیٰ پوجا کے کسی بدل کی جستجو کر رہا تھا اور کبیر کے محدود دیت کے تصور کے یہ حالات سرازگار ہو چکے تھے۔ چنانچہ ان کے اصول بڑی آسانی سے شمالی ہندوستان میں مقبول ہو گئے۔

اس موقع پر یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ کبیر نے اپنے روپ اور بے روپ سے آزاد برہم کا ذریعہ جکتی کو بنایا ہے اور نہ خدا سے بسید تک رسائی کے لیے بنیادی حیثیت عبادت کی ہی سہی بھکتی کہیں۔ عبادت میں عشق کے مقابلے میں امید اور بیم کی کیفیت زیادہ ہونی ہے ظاہر ہے کہ اس اصول اور اس بے اصولی کے مابین تو ازراں پورا کرنا نہایت دشوار تھا لیکن کبیر کے خیال، اپنے برہم کے حصول کے لیے بھکتی کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور وہ اپنے ایسور سے پریم بھی زیادہ کرتے ہیں۔ ان حالات کا نتیجہ یہ ہے کہ لا محدود دیت کا تصور سادہ عبادت پرستی کا اثر اختیار کر لیتا ہے۔ لا محدود دیت کے دائرے میں اسی وقت رہ سکتی ہے جب اس میں عبادت کا جذبہ بے بختی کی صورت میں قائم رہے اور اس میں امید اور بیم پیدا کرنے والی قوتیں بے

کو ان کے مسک میں پورا داخل ہے۔ ممکن ہے اسی وجہ سے وہ رام کو خدا سے بسیط کا روپ دینے میں ناکام رہے ہوں۔ انھوں نے اپنے گرو کا ویسا ہوا رام نام خدا کو پکارنے کے لیے قبول تو ضرور کر لیا تھا لیکن اس کو وہ کسی طرح بھی شخص نہیں کر سکتے۔

”رام خدا، بسیط ہے جو بزرگ اور سگن دونوں سے شرا ہے۔

وہی رام، رحیم ہے۔

وہی رام، گوہند ہے۔

اسی طرح کبیر نے پسو کے فنا بطوں کو بھی اپنا پایا ہے۔ اُسے بھی تو انھوں نے ”ساکیت“ ہی کا نام دیا ہے اور کبھی ”سست لوک“ کا، اگرچہ پسو کے دھرم کے ساکیت اور کبیر کے ساکیت یا سست لوک میں بہت فرق ہے۔ کبیر کا ساکیت ”سست پُرس“ (ذات حق) کا مقام ہے جو خود انسان کے ”سہنہ تر دل کل“ میں ہے اور جس میں ہی رشور ہوتا رہتا ہے۔ پسو کے معتقدوں کا ساکیت پسو کی قدرت کا مدد ہے کبیر نے پسو کے عقیدہ مندوں کی بھکتی کو ہی اپنے لا محدود رام کی خوشنودی کے حصول کا آسان ترین ذریعہ سمجھا تھا۔ اس بھکتی میں عشق سب پر مقدم ہے۔ کہا نہیں جا سکتا کہ کبیر کی بھکتی میں عشق کا عنصر پرودہ سے آیا تھا یا صوفی مت سے۔ عشق کی اہمیت دونوں مسکوں میں برابر ہے۔

کبیر نے اپنے ہی اصولوں کا جو تصور قائم کیا ہے قریب قریب وہی آگے چل کر ننت عرت کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ شمار سنتوں نے

کبیر صوفیوں کی صحبت میں بھی رہتے تھے۔ اور انھوں نے اہل تصوف کے عقیدوں سے اثر بھی قبول کیا تھا۔ صوفی مت میں روح (آتما)، قلب (ہر دے)، اور عقل (بدنہی) کا تفوق مانا گیا ہے۔ نفس (اندی) کا مقام ادنا ہے کیونکہ پہلی تین طاقتیں سچائی کے راستے کی طرف لے جاتی ہیں اور چوتھی گمراہی کی طرف، اسی لیے اہل تصوف صراحت کے ساتھ نفس کشی کا حکم کرتے ہیں۔ روح کے معاملوں میں چار مراتب خیال کیے گئے ہیں:

ناسوت - ملکوت
جبروت اور لاہوت

لاہوت ہی کبیر کا ساکیت یا ست لوک ہے۔ صوفی مت کی بنیاد وحدانیت پر ہے۔ اُس خدا تک رسائی کے لیے عشق کی بہت اہمیت ہے اسی لیے عشق کے جذبات کا مل کا رخ عبد کی طرف سے معبود کی طرف ہوتا ہے۔

صوفی مت اور ہندو دھرم کے برعکس ادا کرنے میں کبیر کو رخصس وادی

ماہنگ پڑھی کبیر بسیری
او جو سنی یون پڑ تھا نا
ایک اس پیر لکھے توہ ٹھا نا
خط ما پڑھے پیغمبر نا نا
(دیچک رینی ص ۱۲)

میں جب بھکتی کا لطیف جذبہ اس میں شامل ہو جائے اور سمندر کی طرح چھا جانے والی عشق کی پُر زور فطرت نمایاں ہونے لگے تو محدودیت کا تصور بہت کچھ تعینات میں بدل جاتا ہے۔ اس تصور میں شخص کا احساس ہونے لگتا ہے ایسور عشق کا ہیولا بن کر سامنے آ جاتا ہے۔ نتیجے کے طور پر خداے مطلق دنیا کا کارساز بننے کے بجائے بھکتوں کے دکھ درد میں برابر حصہ لینے والا معلوم ہونے لگتا ہے۔ سنت مت میں اسی جذبہ کی اشاعت کی گئی ہے اور کبیر نے اسی کا سہارا لیا ہے۔ وہ خداے مطلق کی عبادت نہ کر سکے۔ انھوں نے پوری لگن کے ساتھ اُس کی بھکتی کی اور یہی کبیر کی بڑی بھول تھی۔ اگر انھیں لا محدودیت کے تصور کے ساتھ ایسور کی عبادت کرنی تھی تو بھکتی اور پریم کے ساتھ نہ کرتے۔ اور اگر وہ بھکتی اور پریم کو نہیں چھوڑنا چاہتے تھے تو انھیں بھگوان کے 'شخص' کی پوجا کر کے تصور کا پرچار کرنا تھا۔ وہ نہ تو ذات مطلق ہی کی ٹھیک سے عبادت کر سکے اور نہ 'شخص' کی ہی پوری بھکتی کر سکے۔ دونوں کے مرکب نے اگرچہ ان کے خیالوں کی اشاعت عام کا موقع فراہم کر دیا لیکن معبودیت کا تصور بہت مبہم ہو گیا۔ چنانچہ ہم کبیر کے طریقے کو نہ تو واحد اور مطلق کی عبادت سے تعبیر کر سکتے ہیں اور نہ اسے 'شخص' ایسور کی بھکتی ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس گوہند کو مہلق کون کہیگا؟ ذات مطلق کے پاؤں کہاں ہیں؟ وہ تو ٹکڑے ماکھا اور "روپ بے روپ" سے آزاد ہے اور خط
 "پھپھپ باس تھے پاؤں انوپنت"۔
 ہے لیکن بھکتی کی بالا دستی نے لامحدودیت کے سنت مت میں شخص
 کی صورت پیدا کر دی ہے۔ کبیر بھکت تھے لیکن ساتھ ہی وہ محدودیت
 اور لامحدودیت سے آزاد برہم کا وصل چاہنے والے رخصس داری بھی تھے۔
 سوئی مت کے برعکس لیکن ہندو دھرم کی روایت کے مطابق
 برہم کو مرد اور آتما کو عورت کی حیثیت سے تصور کر کے کبیر نے ان دونوں
 کے فراق اور وصل کے معاملوں کی عکاسی کی ہے اور انہیں تصورات پر
 ان کا رخصس وادنی ہے۔ لیکن یہ رخصس واد سنت مت میں کبیر تک
 ہی محدود رہ گیا ہے۔ ظاہر کسی دوسرے شاعر نے ان معاملوں کے بیان
 کی کوشش نہیں کی ہے۔ اس کے باوجود برہم کی تذکیر کا تصور سنت مت
 میں ابتداء سے آخر تک رہا ہے۔ کبیر نے برہم واد سے مذکور برہم، مایا (دولت۔
 دھوکا) اور چپتن (فکر) اور سوئی مت سے عشق کو لیکر اپنے مت
 کی تشکیل کی ہے اور اسی طور پر سنت مت پھولا پھلا سادھنا (عبادت)
 کے نقطہ نظر سے کبیر نے بھکتی کے علاوہ بعض عمل ہیوگ سے بھی لیے ہیں۔
 اگر ایک طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ

کبیر ہنسنا دور کر کر روؤں سوں چت
 زن رویاں کیوں پائیے پریم پیا رامت سے

۱۰۰

بنادیا۔ وہ خدا اور اپنی ذات میں کوئی فرق نہیں سمجھتے پریم میں کھو کر
 وہ اپنی روح کی وسعتوں کو خدا میں اور خدا کی وسعتوں کو اپنی روح
 میں جذب کر دیتے تھے۔ آتما اور پرماٹما کا یہ ملاپ انہیں "آنا الحق"
 کا نعرہ عطا کرتا ہے۔

نیدا نیچھر لانیہ رھٹ بسے ریس جام
 پیہا جیوں پیو پیو کرون کبر و ملہ گے رام

اسی دوہے میں رخصس واد کی کیفیت کے ساتھ ساتھ خود اپنی ذات کا
 "فان بھی موجود ہے جس کا موقع و مدانیت کے مسلک میں ہو ہی نہیں سکتا
 اس عشق اور ذات میں خود کے ساتھ کل کا تصور بھی موجود ہے۔ دوسری
 ہفت آسمان (مثلاً) میں ذات مطلق کا وجود تسلیم کیا گیا ہے۔ ان دونوں
 نظریوں میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔ برہم (خدا) کے لیے جس کا کوئی روپ
 نہیں ہے۔ "برہ کو انگ" ایسا ہی ہے جیسے عشق کے بغیر "نور انگ"
 [سنت] پریم اور بھکتی کے اتحاد سے لامحدود بھی شخص ہو جاتا ہے
 اور یہی "عالم سنت مت" کے برہم کا ہے جس کا نام کے لیے ایسا مطلق
 صفات سے مشابہ ہے لیکن اس کی عبادت صاحب صفات کی طرح
 کی جاتی ہے۔ دادو کہتے ہیں۔

گو بند کے چرنوں میں یوں لڑوں
 جیسے پنا ترک بابا یوں پو پو کبر دھیاؤں

۱۰۰

وہ مجسم ہوش ہے۔ وہ بھگتی اور یوگ سے متل ہو سکتا ہے۔ اس کا نام باقی یا سنت پُرس ہے۔ اسی سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ ایسور کے حصول میں گرو کا بہت اہم مقام ہے۔ پر مانتا ہے لانے کے سبب گرو کا مقام خود پر مانتا سے بھی اونچا ہے۔

۲۔ مایا یہ سنت پُرس سے پیدا ہے۔ یہ ازل سے پھیننے والی قوت ہے۔ اس کے دور وپ ہیں :
سچ اور جھوٹ

سچ مایا تو جہاں تمام کو ایسور کے حصول میں معاون ہوتی ہے۔ جھوٹ مایا عالم کو ایسور سے دور کرتی ہے۔ کبیر نے جھوٹی مایا کا ہی زیادہ تر ذکر کیا ہے۔ یہ تین طرح سے اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ پیدا، پرورش اور برباد کرنے والی بھی ہے۔ زیادہ تر یہ دنیا کو سچے راستے سے ہٹا کر غلط راستے پر لانے والی ہے۔ یہ کھانڈ کی طرح میٹھی ہے لیکن

۱۔ آپتھے پُرس اکو برتھ ہے رنجن داک ڈار
نزدیو اساکھ بھنے پات بھیا سنسار (کبیر بچنا دلی)
۲۔ مایا کے دہای رو پے ست متھیا سنسار (کبیر پریتے صنت)
۳۔ کبیر مایا پاپنی ہر سوں ہران (کبیر گرنٹھادلی صنت)
۴۔ نرنجن بھانس بلیے کو ڈوئے بوئے مدٹری بانی (کبیر کے پد صنت)
۵۔ مایا جہا ٹھنی ہم جانی (کبیر پریتے صنت)
۶۔ مایا کے گن تین ہیں جنم، پان سنہار (کبیر پریتے صنت)

تو دوسری طرف انھیں کا کہنا یہ بھی ہے کہ

سو کہ کلا سنپورن چھا جا اند کے گھر باجیں باجا
سنتن کے گھر بھیا اندا اٹ کبل بھیئے گو بتدا

اس طرح خدا کی عبادت میں انھوں نے بھگتی کے علاوہ ہٹ یوگ کو بھی آفاقی حیثیت دی اگرچہ بھگتی اور ہٹ یوگ میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔ اب کبیر کے چلائے ہوئے سنت مت کے خاص خاص تصورات مجھ ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ خدا سنت مت کا ایسور ایک ہے اُمن کی کوئی سورت
یا ایسور یا حد نہیں ہے۔ وہ نرنجن اور سنگن سے آزاد ہے
وہ دنیا کے ہر ایک ذرہ میں ہے۔ وہی ہر ایک کی
سانس میں ہے۔ وہ بیا ن میں نہیں آ سکتا اُس کا صرف تصور کیا
جا سکتا ہے۔ وہ مجسم نور ہے۔ وہ دکھائی نہ دینے والا اور بے نیاز

۷۔ کبیر گرنٹھادلی صنت

۱۔ میرا صاحب ایک ہے دو جا کہا نہ جاے
صاحب دو جا جو کہوں صاحب کھرا ساے (کبیر بچنا دلی)
۲۔ جا کے کھ ماتھا نہیں، ناہیں روپ کر دپ
چھپ باس تے پاترا ایسا نت انوپ (ایضاً)
۳۔ نرنجن کی سیوا کرو سنگن کو گرو دھیان
نرنجن سنگن سے ترے تہاں بیمار و گیان (ایضاً)
۴۔ پار برہم کے نیچ کا کیسا ہے اُٹان
کہوے کو سو بھانیں دیکھیا ہی پردان (ایضاً)

جگہ پر قیوم ہو کر ایسور میں جذب ہو جائے، یہی ہٹیوگ ہے۔ اس
ہٹیوگ کا مدعا قوت کے ساتھ برہم سے مل جانا ہے۔ جسمانی اور
ذہنی ریاضت کے ذریعے برہم کا وصال حاصل کر لینا ہی ہٹیوگ
کا کمال ہے۔ اس میں چور اسی آسنوں کا شائبہ ہے۔ اس کے ذریعے
خدا کے قرب کے لیے جسم کو آمادہ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پرانا یام
ہے جو سانس کے آنے جانے کے معاملہ کو ضابطہ کے تحت لانے کا
دستور ہے۔ اس سے طبیعت میں یکسوئی آتی ہے اور خدا کے قرب
کے حصول میں مدد ملتی ہے۔ ریچک (رقعت پیدا کرنے والے)، کنہک
(مشکل کرنے والے) اور پورک (تکلیل کرنے والے) سانسوں کے
ذریعہ پرانا یام کی قوت بیدار ہوتی ہے جس سے جسم کے اندرون میں
بنیادی سہاروں (مولادھار) کے سلسلے سے بل کھائی ہوئی روح
ہوتی ہے۔ ریڑھ کی ہڈی کے متوازی، سانس کی نالی کے پھیلاؤ میں مولادھار
کے قایم ہونے کی سبب، من کی اہمیت سے نا آشنا سانپ کی طرح، خلون
اور استحکام کے سلسلے کو پار کر کے تپتی درپتج برہمانڈ میں قایم سہیستر
دل کم کالمس ح صل ہوتا ہے جس سے بے انتہا شور کی دھن سنائی دیتی ہے۔

۱۰ خیر شیت یا سنان سنت نانا و دھارنج
(شیو سنتھا، ترقی پٹل، شلوک ۱۱۵)

۱۱ اٹے پون چکر سٹ بیدھاسن سترتی نے لاگی
آمرنہ مرے مرے نہیں جیوے تاہ کھوینج ہیراگی
(کیرگر نھو دن ۱۰۱)

اس کا؛ ثور پر کی طرح ہے۔ اس نے سارے عالم کو اپنے بس میں کر رکھا
ہے۔ اس کا تعلق کنک اور کامنی سے ہے۔ دنیا کی جتنی بھی پرکشش
اور لبتا نے والی چیزیں ہیں وہ سب مایا کی رتھیاں ہیں کیرستیں
۱۲ مایا بٹوں جی نہیں جاتی رپہر پھرمایا موہ پٹا ای
مایا اور مایا مان مایا نہیں تباں برہم گیان
مایا رس مایا کر جان مایا کارن جئے پران
مایا چپ تپ مایا جوگ مایا بندے سب ہی لوگ
مایا جل تھل مایا آکاس مایا بیاسپ رہی تھوں پاس
مایا ماتا مایا پتا ات مایا استر سستا
مایا ندر کرے جو بار کہنے کیر میرے رام ادھار
۱۳ مایا اور سانس پر قابو حاصل کر کے ان
منا۔ ب شرف یعنی ضمیر کو اس طرح یکہ کرنا
پر ماتا۔ غیر از انہی کہ روپ میں محو ہو جائے اور اس عمل میں مدد
۱۴ کیر مایا میں جیتے بیٹھے کھانڈ

۱۵ ست گر دکی کرپا بھئی نہیں تو کرتی بھنڈ
(کیرگر نھو اولی ۱۱۳)

۱۶ کیر مایا پاپی پھندے میٹھی ہاٹ
سب جگ پھندے پڑیا گیا کیراکاٹ
(ایضاً ۱۱۳)

۱۷ مایاں جھل جگ جلیا کنک کا منی لٹ
کہہ دھوں کہہ بدھ را کھیر روئی پٹی آگ
(ایضاً ۱۱۳)

اپنے کو انا الحق کی مستحق بنا سکتی ہے اس انا الحق

میں روح عالم لاہوت سے متعلق ہوتی ہے۔
لاہوت سے پہلے تین عالموں میں روح اپنے آپ کو مظہر بنانے
کی کوشش کرتی ہے۔ اسے ہم طہارت کی منزل (Purgatory)
کہہ سکتے ہیں۔ وہ تین عالم یہ ہیں:

عالم ناسوت (ست بھوتک سنار)

عالم ملکوت (چت سنار) اور

عالم جبروت (آنند سنار)

لاہوت میں حق (ایسور) سے اتصال ہوتا ہے جو ہمیشہ ایک ہے۔

کبیر نے ادویت واد اور صوفی مت

۵۔ رھس واد کے مرکب سے اپنے رھس واد کی تشکیل کی۔

اس میں روح خدا کا وصال حاصل کر کے ایک عمدہ روپ اختیار

کر لیتی ہے اور دونوں میں کوی تفادیت نہیں رہ جاتا۔ اس

رھس واد میں عشق کی حیثیت بنیادی ہے۔ یہ عشق مالک کے معاملے

میں ہی تکمیل کو پہنچاتا ہے۔ اس لیے کبیر نے روح کو عورت کا روپ

۱۔ ہم چو بودن بوند خالق غرق ہم تم پس

(کبیر گرنٹھا دی ص ۱۷۷)

لیکن یہ مصرع صحیح نہیں ہے اور بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔ (مترجم)

سہتر دل کمل میں قییم چاندت گنکا کے روپ کی پنکلا ناڑی میں
امرت کا اثر ہوتا ہے۔ جسم میں گنکا اور جمنکا کے سارے امرت اور
زہر کی تاثیر موجود ہوتی ہے۔ جو یوگی ہیں وہ زہر کا اثر روک کر اپنے
جسم کو آب حیات سے پُر کر لیتے ہیں اور ہزاروں برسوں تک زندہ
رہتے ہیں۔ پرانا یام کے ذریعہ پانچ روحوں کے توازن کی پُر ترقی
کیفیت جو سانپ کی لڑج مواد بھار چکر میں سوتی ہے جو اپنے ہی نور
سے منور ہے ہٹیوگ میں نہایت اہم قوت ہے۔ اسی ہٹیوگ کو
کبیر نے ایسور کے حصول کا ذریعہ مانا ہے۔

صوفی مت کا اثر سنت مت پر لکھا ہے

۴۔ صوفی مت پڑا ہے۔ صوفی مت میں بندے اور خدا کا

وصال مقصود ہوتا ہے۔ اس میں مایا کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے

ہاں شینان کی حیثیت ضرور مانی گئی ہے جو بندے کو بھلا واد بکر

غلط راہ پر لے جاتا ہے۔ خدا سے ملنے کے لیے بندے کو اپنی روح کی

صفای کرنی پڑتی ہے۔ اس کے لیے چار صورتیں مانی گئی ہیں:

۱۔ شریعت ۲۔ طریقت

۳۔ حقیقت ۴۔ معرفت

معرفت میں روح بقا (جیون) حاصل کرنے کے لیے فنا ہو جاتی

ہے۔ اس فنا ہونے میں عشق (پریم) کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

بغیر عشق کے بقا کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی بقا میں روح

شوہر سے عقیدت رکھنے والی) عورت مانا ہے۔ وہ خدا نے ملنے
کے بہت بے چین ہیں۔ خدا سے جدائی کی زندگی اُن کے لیے ناقابل
برداشت ہے۔ کبیر کا رھس واد بہت بے جذباتی ہے۔ اُس میں خدا
کے ساتھ پیدار عشق ہے۔ جب اُس کی تکمیل ہوتی ہے تو کبیر کی روح
ایک بیاہی ہوئی عورت کی طرح شوہر سے ملاپ کرنے پر خوش ہوا اُٹھتی
ہے۔ اِس طرح کے فراق و روصال کے شعراء میں ہی کبیر نے اپنے رھس واد
کی بہترین تخلیق کی ہے۔ سنتِ مت کے دوسرے شاعروں نے بھی
اِسی رھس واد پر دکھا ہے لیکن اُن کے یہاں وہ کیفیت نہیں
ہے جو کبیر کے یہاں ہے۔

۶۔ روپک کبیر نے اپنے تجربات کو متعدد اندازت ظاہر
کیا ہے۔ جب اُن کے خیال سادہ زبان میں ادا
نہیں ہو پاتے تھے تو وہ کسی روپک (تمثیل) کا سہارا لیا کرتے تھے۔

۱۔ بہت دین کی ہووتی بات بھاری رام
جیو ترے تم دین کو من ناہیں بسرام
۲۔ کے برہمنی کون جی دے کے آپا دکھلائی
آٹھ پنہ کا داچھنان موپے سہیانہ جاے
۳۔ دھنی کجا وہ منگل چار
بم گم آہ ہو راجا رام بھتار
(کبیر گرنٹھ ولی ص ۱۷)
(ایضاً ص ۱۸)
(ایضاً ص ۱۹)

دیکر خدا کی تعظیم مالک (پتی) کی حیثیت سے کی ہے۔ جب تک
خدا کا وصال حاصل نہیں ہوتا روح برہمنی (فراق زدہ عورت
کی طرح تڑپتی رہتی ہے۔ جب روح کو خدا کا وصال میسر ہو جاتا
ہے اُس وقت رھس واد کے مقاصد کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ دونوں
میں دونوں کی صورت باقی نہیں رہ جاتی۔

”جب وہ (میرا، زندگی اور جسم) دوسرا نہیں کہلاتا
تو میرے کُن اُس کے کُن ہیں۔ جب ہم دونوں ایک ہیں
تو اُس کا ظاہر ہی روپ میرا ہے۔ اگر وہ بھلائی بنا ہے
تو میں جواب دیتا ہوں اور اگر میں بُزیا جاتا ہوں تو وہ
میرے بھلائے والے کو برا بدمعاش اور کبہ اُٹھتی ہے
کبتیاک (میں حاضر ہوں) وہ بولتی ہے گویا میں ہی گفتگو
کر رہا ہوں۔ اِسی طرح اگر میں کون دیکھتا ہوں تو گویا
وہ اُسے کہہ رہی ہے۔ ہم دونوں کے بیچ میں واسطہ
پڑے طور سے اٹھ گیا سناو اُس کے نہ رہنے سے میں
تفریق کرنے والے معاشرے سے بہت اوپر اٹھ گیا ہوں۔“
کبیر نے خدا کی عبادت میں اپنی روح کو پوری طور سے پتی ورتا دیا ہے۔

تجربہ خیال واضح نہیں ہو پاتا لیکن تجربہ کی صراحت ضرور ہو جاتی ہے۔
کبیر انہیں تمثیلوں کے سبب کہیں کہیں مبہم ہو گئے ہیں لیکن ان تمثیلوں میں
ہمیں ان کے تجربے کی جستجو کی کوشش کرنی چاہیے۔ ذیل میں تین تمثیلوں
کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں :

است گرو ہے رنگر نز چنری میری رنگ ڈاری

مرید کے خدای کے تجربہ کی آخری حدوں میں مرشد کا کیا مقام
ہے؟ اس کی طرف اس تمثیل میں اشارہ کیا گیا ہے۔ رنگن کے اصولوں
میں سنتوں کے مکالموں میں مرشد کی اہمیت بہت ہے۔ رنگر نز کبرے
سے میل صاف کر کے اُسے ایسے رنگ میں رنگتا ہے کہ پہننے والے کی
زمینت میں اضافہ ہو جائے (پہننے والے سے زیادہ ہاں پر روح سے ہے)
اسی طرح گرو باطن کی کیفیات کے وقوف کی حلیم دیتا ہے اور روح خدا
سے متعلق تجربوں کی صورت میں حقیقت کے انوکھے رنگ میں رنگ کر
مجیٹھ کی طرح لال ہو جاتی ہے۔ اس تمثیل کا کبیر نے بار بار استعمال

عہ خدا کے مختلف ناموں میں ایک "صباغ" (رنگنے وال) بھی ہے
چنانچہ قرآن پاک میں بھی آیا ہے صِبْغَةَ اللَّهِ أَحْسَنُ
زیادہ قرین قیاس ہے کہ کبیر نے رنگر نز کی تمثیل یہیں سے لی ہو۔
(مترجم)

یہ تمثیل کبھی کبھی بالکل ہی مبہم اور غیر واضح ہوتی تھیں جن کا مطلب
دریافت کر لینا صرف انہیں کے لیے ممکن ہوتا تھا جو کبیر پر تھی تھے یا جو
کبیر کے ضابطوں سے پوری طرح آشنا تھے۔ خیال کے حسن اور قبح کو
معمولی لفظوں میں پیش نہیں کیا جاسکتا تھا اس لیے کبیر نے بے شمار
مرتبے تراشے ہیں جن کو انگریزی میں The language symbols
یا تمثیلی زبان (روپک بھاشا) کا نام دیا گیا ہے۔

کبیر نے ان روپکوں کو خصوصیت کے ساتھ دو طرح باندھ دیا ہے
ایک تو انسانی کا انداز ہے جس میں روزمرہ کے معاملوں کے برخلاف
تصور پیش کیا گیا ہے۔ اور دوسرا طریقہ تجربہ آمیز واقعات کی پیشکش
ہے۔ ان دونوں کا تعلق نفس واد سے ہے جسم میں خدائے مہرزا
کا تصور ویسا ہی ہے جیسے ناؤ میں ندی کا ڈوب جانا اور خدا سے
وصال کی کیفیت ویسی ہی ہے جیسے شیر کا کان کاٹنا۔ ان تمثیلوں میں

عہ پہلے پوت پچھے بھئی مائی، چیدا کے گر لائے پائی
جھل کی چھری ترور بیائی، پکڑ بلائی مرگے کھائی

(کبیر گرنتھا ولی ص ۹)

عہ ٹھپ پنا ایک ترور پھلیا، بن کر تور بجا یا
ناری پنا نیرھٹ بھریا، سہج روپ سوپا یا

(ایٹھا ص ۷)

عقیدہ ہوتا ہے کہ "تنفس" کے متوازی چھ سلسلے (سٹ چکر) یہ
اگر کوئی غیر ارغنی معاموں کا حقیقی علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُس کے لیے
روحانیت کے ان اہم مرکزوں کو منور کرنا لازم ہے۔

ان مرکزوں سے جاری ہونے والی نوری کرنیں ہلکت کو آگے
بڑھنے اور اپنی ذات کو خدا کی حقانیت میں جذب کر دینے کا حوصلہ
دیتی ہیں۔ جب روح کو وصال کی راہوں پر پہنچنے والے خدای مطلق
سے تعلق - تعلق منکشف ہو کر مطلق فراق کا احساس ہونے لگے
تو اُس وقت کہا جاسکتا ہے کہ اُس روح کو معرفت کی نلک

(craving) حاصل ہو گئی ہے۔ بھکت سے نفرت یہ حالت بہت
اہمیت رکھتی ہے کیونکہ ذات حق سے اتصال - ایسے اس
منزل پر گذرنا ناگزیر ہے جو با آدمی روحانی زندگی کی نلک
(craving) کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اسے وہ دنیا سے علی
ضرورت نہیں رہ جاتی۔ رام نام کا گونا گونا دل کی دھڑکن کے ساتھ
ہونے لگتا ہے۔ اس کو نرگن طبقہ کی اصصاحت میں "ایجا چاپ"
(بغیر ورد کا ورد) کہتے ہیں۔ روحانیت کی یہ منزل ہی روح میں
خیر ہر طور پر نام کی تخلیق کرتی ہے۔

کیا ہے۔ صرف فرق اتنا ہوا کہ کبھی کبھی ست گرو کا استعمال آدمی
کے لیے نہ کر کے خود خدا کے لیے یا اُس کی تجلی کے واسطے بھی کیا ہے۔
جس سے علم معرفت میں وسعت آجاتی ہے۔

۲۔ کیٹ بھنگ کی گت ہے سادھو

بھنگ نام کا ایک کیڑا ایک دوسرے کیڑے کیٹ کو پکڑ لیتا ہے
اُس کے چاروں طرف یہ چپڑ لگا رہتا ہے یہاں تک کہ کیٹ کیٹ نہیں
رہ جاتا۔ کسی پاشنی اثر سے وہ کیٹ بھنگ کی صورت میں تبدیل ہو جاتا
ہے۔ اس تماشیل کا صرف کبیر نے گرو یا سادھو کی صحبت کے عمدہ اثرات
کے انظار کے لیے کیا ہے۔ مادی دنیا کے اندھیرے اور دھند میں
پھنسا ہوا تمیز حق کی طرف رجوع نہیں کر سکتا اور خدا کی نلک
کا حصول اُس کے لیے انتہائی مشکل ہے۔ البتہ عمدہ صحبت جو مٹا
سے متعلق ہے روح بیدار کو اُس طرف راغب کر دیتی ہے اور نتیجہ میں
یہ انوکھی بات ممکن ہو جاتی ہے کہ تنفس دنیاوی خروش کو ترک کر کے
خیرا غنی علم میں محو ہو جاتا ہے۔ اس طرح علم الہی سے واقف اُس سادھو
کا درجہ پالیتا ہے جو حق کے اسی روپ سے آشنا ہے۔

۳۔ اٹھ دل کنول اور آجیا چاپ

اس میں طلب کو یوگ سے متعلق ایک ادویہ نظر ملتا ہے۔ یوگی کا

توں ترور، ہوں پنکھی آہ ۱۹ مند بھاگی تیر و درشن ناہنہ
توں ست گھر، ہوں توتن چیل ۲۱
کہہ کہیر بل آنت کی بیل ۲۱

خدا سے متعلق اشعار

(گوڑی گواریری)

اب موہ جلت رام جل پانیا ۲۳
من مارن کارن بن جاسیے ۲۴
رام اڈک تن جلت بچھانیا ۲۵
سو جل بن بھگونت نہ پانیا ۲۶
رام اڈک جن جلت ابارے ۲۷
پو رہے جل نکھٹ ناہیں ۲۸
کہہ کہیر بھی سا رنگ پانی ۲۹
رام اڈک میری تیکھا بھانی ۳۰

(گوڑی)

مادھو جل کی پیاس نہ جانی ۳۱
توں جل ندھ، ہوں جل کائیں ۳۲
توں پنجر، ہوں سواٹا تور ۳۳
جل سنہر آگن اٹھی ادھکائی ۳۴
جل منہ رہیو جلیہ بن کھین ۳۵
جم منجار و کھا کرے مور ۳۶

(گوڑی) ۲۵
سید آیت اناہ ۲۶ راتا ۲۷
جیو گوئے سا کر من مانیا ۲۸
من رہے پون درڑھ سکھ من ناری ۲۹
سو پد رو ہو جے بہر نہ رونا ۳۰
ایسے مرہ جے بہر نہ مرنا ۳۱
بن جل سنگم من منہر نھاؤ ۳۲

۱۹ بد بخت ۲۰ ہندی: درشن = دیدار ۲۱ خدا، مرشد
۲۲ نیا، نادر ۲۳ جسم، بدن ۲۴ ہندی: مشدھ لفظ، آواز
۲۵ خارجی۔ عجیب ۲۶ پھر پید کیا ہوا عجیب شور ۲۷ گویا غرق ہو جاتا ہے
۲۸ پہچانتے ہیں ۲۹ جی میں خوش ہوتا ہے
۳۰ جنم والا، سری کرشن، مراد خدا ہے ۳۱ سخت، ٹھوس، مصمم
۳۲ ہٹ یوگ کے مطابق جسم کی تین خاص نالیوں میں سے ایک
۳۳ ہندی: ناری = خون کی رگ ۳۴ پھر، پیچھے، بعد میں
۳۵ طواف کرنا، لذت حاصل کرنا، صحبت کرنا ۳۶ پنگل ناری
۳۷ اڑانا ناری، بائیں طرف کی رگ

۱۔ اب رام کی صورت کے پانی نے مجھ جلتے ہوئے کو پایا ہے
۲۔ اصل: مارن (मारण) پانی
۳۔ اصل: کارن (कारण) ۴۔ پاک کر دینے والا، مراد آگ سے ہے
۵۔ ہندی: سا رنگ پانری (पानी) = بنو (دشنو)، خدا
۶۔ کرسی (کرشن)، بیساکھ کا ہینہ
۷۔ خواہشات کی آگ
۸۔ سمندر
۹۔ پانی میں غرق رہنے کے یا وجود پانی سے محروم ہوں
۱۰۔ موت کا فرشتہ ۱۱۔ کھلی

چرن کمل شوں گے پیت گوبند جسے زمانت چیت
 مایا تپت بجیا آریا من سختو کہ نام آدھار
 جل تھل پور کہ ہے پر بدھوی جت چکیو نت انتر جامی
 اپنی بھگت آپ بں در شای پورٹ لگوت میا میرے بنای
 ریس کر پا کرے سر پورن رانج
 پیر کر سدا می گریہ نواج

(آسا)

رست اپرادھ کرت ہے جیتے دشنی پیت نہ را کھس تیتے
 رامیا ہوں پاک تارا کاہ نہ کھنڈس ادگن میا
 جے ات گرد پٹا کرے کر دھریا تہا پیت نہ را کھس مایا
 چنت بھون من پریر ہمارا نام بنا کیسے اترس پارا

۱ سے ۲ چیت، دن

۳ انگہ + آرا = ۱۰

۴ جد = جب سے اور اسے اترت = تہ = تب، ات = کہ = کب وغیرہ بھی آتے ہیں۔

۵ دیکھو

۶ ہندی: پورود (پور) = پہلے = پہلے جنم کا لکھا ہوا

۷ غریب نواز ۸ بیٹا ۹ ماں ۱۰ وہ = بچہ

۱۱ غصہ ۱۲ ماں ۱۳ فکروں کا چکر

لوچا سمٹراہ ہو ہارا نت بیچارہ کیا اور بیچارا
 آپ تیج بائی پر بھی آکاسا ایسی رہت رہو ہر پاسا
 کہے کیر نرنجن دھیا و و
 نت گھر جادو جے بو ہرن آدو
 (گوڑی)

اب موکو بھئے راجا رام سہائی جرن من کٹی پر م گت پای
 سادھو سنگت دی او زلائے بیج دوت تے لی اد چھراے
 انرت نام جہو جب رشتا امول داس کر لینو اپنا
 ست گرد کینو پر اپکارو کارڈ لین ساگر سنارو

۱ دوزخ ۲ شش، طرح

۳ کاروبار، ڈھونگ، دنیا کے دھوکے ۴ ادہ، شے

۵ پانی آب ۶ چنہ، مراد کے ہندی: دای، دایو = بھوا

۷ خدا ۸ دودھ ۹ جلتا مرنا

۱۰ جلتے اور مرنے کے پھندے کاٹ کر ۱۱ دی بٹو، تم نے دی

۱۲ ایک، ہو جانا، مل جانا

۱۳ پانچ خبر دینے والے، حواس خمسہ

۱۴ سے ۱۵ نہ مرنے والا، لاڈانی

۱۶ زبان

تم دھن دھنی اُدار تیا لی سرور نہا نئی ات شجس تمہار
مانگو کاہ رنگ سپہ دیکھوں تم ہی تے یہ دستار
جیدیو، ناٹا، بیٹ سدا ماتن کو کر پا بھی ہے اپار
کہہ کبیر تم سسر تھ داتے چار پدارتھ دیت نہ بار

(رام کی)

توں میرو میر پر بہت، سوامی اوٹ گئی میں تری
نام ڈولہ، ناہم کرتے، رکھ لینی ہر میری
اب تب جب کب ہی تھی ۱۱ ہم تو پر سادشکھی سدیا
تورے بھروسے نگہر بیو میرے تن کی پت بھائی
پہلے درسنگ نگہر پائیو، پھن کا سی بے آئی
جیسا نگہر، نیسی کا سی، ہم ایکے کر جانی
ہم نزدھن جیو اہ دھن پائیا مرتے پھوٹ گمانی
کرے گمان، چھہ رس سولا کو اد کاڑھن کو ناہی
اجے شچو بھ کو بدل بلاتے نہ کے گھور پچا ہی

۱ تارک، تیاگ کرنے والا ۲ خراب، بیکار ۳ رہائی، چھٹکارا
۴ نامدیو ۵ برہمن ۶ مجبور، لاچار ۷ سہارا، آڑ، پناہ
۸ رکھ لین، انھوں نے (یا تم نے) رکھ لی
۹ تو ہی تو ہی، تم ہی تم ۱۰ سدا ہی، ہمیشہ
۱۱ ہم نے ایک ہی کی جانی ۱۲ کانٹا، بھالا
۱۳ میں ابھی تک پچھلے جنم کی تیکھی چھن سے بللا رہا ہوں

دیہر بیل میت ردا سیریا
سہج شہج گن روتے کبیرا
(آسا)

انٹر میل جے تیر تھ خھاوے رس بیکنٹھ نہ جانا
لوک پتی نے کچھ نہ ہووے ناہیں رام آ یا نا
پو جہ رام ایک ہی دیوا ۱۱ ساچا خھاوون گرو کی سیوا
جل کے تھن جے گت ہووے نت نیت مینڈک خھاو میں
جیسے مینڈک تیسے اوی نہ پھر پھر جونی آو میں
منہ کھوڑو مرے بنا میں نہ رک نہ بانچیا جائی
ہر کاسنت مرے ہاڑ بنے تاسنگی سین ترای
دن سس زین بید نہیں ساستر تہاں بے نہ نکارا
کہہ کبیر نہ تھیر دھیا وہ باوڑ یا سنارا
(ربلا قول)

در ماندے ٹھاڑے دربار

تجھ بن سرتو کرے کو میری درسنگ دیکھے کھولہ کوار

۱ آہستہ آہستہ، معمول کے مطابق ۲ نادان، ناواقف
۳ ادب لہجہ میں ۴ ساری فوج
۵ اگر نیچے کو تیز کرتے ہوے ہری کاسنت مر جائے اور اسے نجات مل جائے تو سار
فوج شور مچاتی ہوئی اس دنیا کے سمندر کو تیر کر پا کر کے
۶ بیکار، مطلق، غیر متعلق ۷ پاگل ۸ در ماندہ، تھکا ہوا

دین دنیال کریال دَمودر بھگت بچھل بچھے ہاری
کہت کبیر بھیر جن راکھہ ہر سیوا کروں تھاری

(راگ مارو)

بہنہ بے کو پائیے جو تو منہ نہ بچھہ بھار

بچھہ گھر دین سسر کیا، تے پورے سنسار
سار سکھ پائیے رام || رنگ زوہ آتے رام
جنا بھم یس کیا کہا گچھا مہی باس
من جیتے جگ جیتا جانے بکھیا تے ہوئے اداس
انجن دیسو سبے کوئی ٹک چاہن ماہ بڈان
گیان انجن جیہ پائیا تے لو ان پروان
کیہہ کبیر اب اب جانا گریان دیا سمجھاسے
انتر گت بھیٹیا اب میرا من کتھوں نہ جاسے

۱۔ خوف، ڈر

۲۔ بھیر، بچھ، کار
۳۔ دنیا میں ان لوگوں کو کامیابی حاصل ہوتی ہے جو اپنے گھر کو جنگل کا جیسا بنا لیتے ہیں۔

۴۔ اپنے منیر کے حقیقی رنگ میں رنگ کر ہی خوش رہنا چاہیے۔

۵۔ جاننے والا، مطلب کا علم رکھنے والا

۶۔ سرمہ، سیاہی سے راستے نظر دے اور جھل ہو گئے، مسدود ہو گئے

۷۔ علم، معرفت سے پرمان، پردان، ثبوت

کون ترک کیا سرگ بچار، سنشن دوا وادے
ہم کا ہوگی کائن نہ کاڑھت اپنے گریسارے
اب تو جای جڑھے سنگھاسن ملی ہے سارنگ پانی
راکبیر ایکہ بھی ہے کوئی نہ سکے چکھانی

(رام کلی)

کون کاج سر جے جگ بھیر تر جنم کون پائیا
بھونیدھ ترن تارن چننا من ایکہ رنگ نہ اہ من لائیر
گوپنر ہم آیسے آپر ادھی
جن پر پچھ جیو پنڈ تھا دیا تس کی بھاو بھگت نہیں سادہ
پردھ، پرتن پرتی رندا پر آپ بار نہ چھوٹے
آوا گوٹن ہوت ہے پھن پھن اہ پر سنگ نہ توٹے
چہ گھر کتھا ہوت ہر سنشن اک رنگ نہ کینو میں پھیرا
لیٹ چور دوت متوارے تن سنگ سدالسیہ
کام، کرودھ، مایا، بدمشراے سینے موہا میں
دنیا دھرم آرد گرد کی سیوا اسے سپنتر ناہیں

۱۔ نتوں نے بہت اور دور درازوں کا مزے کیا۔ دوزخ اس دنیا کی کلفتوں کی صورت میں اور جنت خدا کی عبادت کے نتیجہ میں

۲۔ چیت، غیرت
۳۔ پار لگانے والا ۴۔ گناہ گار ۵۔ غیر عورت ۶۔ ہندی: آپوار = ہندو
۷۔ آنا جانا، مرنا جینا ۸۔ کیڑوں = کھپڑوں = میں نے کیا ۹۔ غصہ
۱۰۔ سرمایہ، پونجی ۱۱۔ اور ۱۲۔ بسن (وشنو) ۱۳۔ سپن انتر = خواب کے اندر

بہر ہم کا ہے آؤ بیٹے
 آؤں جانا ہم سے کاٹنے بوجھ سدا دینگے
 جب جو کے پنج دھات کی رچنا ایسے بھرم چکاؤنگے
 درس چھاڑ بھٹے سسم درسی ایکونام دھیاؤنگے
 چت ہم لائے بت ہی لاگے تیسے کرم کماؤنگے
 ہرجی کرپا کرے جو اپنی تو گر کے سب سداؤنگے
 جیوت مرہوہ، مرہوہ پھن جیوہ پھرپ جہنم نہ ہو
 کہہ کبیر جو نام سمانے سن رہیا پوٹا سوئی

۱۔ کا ہے کو، کس واسطے، کیوں ۲۔ حکم ۳۔ حکم دینے والا

۴۔ تخلیق، مراد انسان کے جسم سے ہے جس کا وجود پانچ عناصر سے مرکب خیال کیا گیا ہے۔
 ۵۔ دھراؤنگے، رکھاؤنگے ۶۔ مولف نے اس مصرع کی تشریح اس طرح کی ہے:
 "اگر زندگی میں تم میں مرن (جو اس کی قوتوں کا ضایع ہو جانا) ہو جائے اور پھر اس
 مرن ہی میں زندگی (روحانیت کی میدانی) ہو جائے تو پھر تمھارا جہنم نہ ہوگا۔"

مصرعے کے الفاظ واضح ہیں یعنی اگر زندگی میں مر جاد تو مرنے کے بعد زندہ ہو گئے اور پھر
 اس کے بعد جہنم نہیں ہوگا۔ اس سادہ مفہوم سے قطع نظر مصرعے میں

موتوا قبل ان تموتوا

کا مفہوم بھی پیلا ہے جس کے نتیجے میں روح کو "بقا" حاصل ہو جاتی ہے۔

۷۔ خلا۔ مجازاً ذات مطلق یا خدا ۸۔ لیو، لے، اد، تو، حاصل کرو

(ایضاً)

ردھ سیدھ جا کو پھرتی تب کاہوں سسوں کیا کاج
 تیرے کہنے کی گت کیا کہوں میں بولت ہی بڑ لا
 رام جہہ پائیا رام || اتے بھوینہ نہ بارے بارے
 جھوٹا جگ ڈھکے گھنا دن دی برتن کی اس
 رام ادھک جہہ جن پیاسا رہتہ بہر نہ بھٹی پیاس
 گر پر ساد جہہ بوجھیا آساتے بھٹی یا نرا سس
 سبھ سچ ندی آتیا جو آتم بھٹی یا ادا
 رام نام رس چا کھیا ہر ناما ہر تار
 کہہ کبیر کچن بھٹی یا بھرم گئی یا سمدے پار

(ایضاً)

۱۳۔ اُدک سمنڈ سٹل کی سا کھیا ندی ترنگ سداؤنگے
 ۱۴۔ سنبھ سٹل رلیا سمد رسی پون روپ ہوئی جاؤنگے

۱۔ مست، آزاد ۲۔ جوگی جسے روحانیت حاصل ہو چکی ہو ۳۔ پھر کہنے لگا، تیری آگے
 ۴۔ سے، کسی سے ۵۔ وہ زمین پر بار بار نہیں آتے ۶۔ ٹھکتا ہے
 ۷۔ صرف میں لانا، استعمال کرنا ۸۔ اُدک = پانی
 ۹۔ ہندی: نراش۔ اس دنیا کی امیدیں ناامیدی میں بدل گئیں
 ۱۰۔ این ڈری، نڈر ہو کر ۱۱۔ ہر کار رشتہ (تار) تعلق ۱۲۔ پانی
 ۱۳۔ (خدا کی ذات میں) سما جادینگے ۱۴۔ ہندی: سنجیہ (संज्ञा) = خلا۔ مراد ذات
 مطلق حصہ ۱۵۔ سسم درسی = ایک نظر سے دیکھنے والا، وسیع المنظر
 ۱۶۔ ہوا کی طرح لطیف اور نظر آنے والے ہو جائیں گے۔

سَنَتَن سَنگ کبیرا پگر یو
سو کبیرا راسے ہوئی نیر یو

(ایضاً)

گر سیواتے بھگت کمائی
اس دیہی کو سترہ دیو
تہا رہ مانس دیہی پائی
سو دیہی بھجے ہیر کی سیدو
بھجیہ گویند بھول مست جاہ
مانس جنم کا ایہی لاہ
جب لگ جرا روگ نہی آئیا
جب لگ بھل بھئی نہی بانی
بھج لیہی رے من سارنگ پانی

۱۔ پس پیر نے رام میں فنا ہو کر، پتی ٹیڑی یعنی نجات پائی

۲۔ ریاضت، عبادت کرنا

۳۔ موت، وقتِ معین

۴۔ پکڑ لیا

۵۔ کایا، بدن

(بھیرو)

اے دھن میرے ہیر کے ناو
ناو میرے کھتی ناو میں باری
کانچہ نہ باندھوں بیچ نہ کھاؤں
بھگت کروں جن سر نہ تھاری
ناو میں بے مایا، ناو میں پو پتی
تمہی چھوڑ جانوں نہیں دو جی
ناو میں بند تھپ ناو میں پکھائی
ناو میں سنگہ انت ہوئی سکھائی

مایا تمہی جس رکھے اداس

کہہ کبیر ہوں تاکو داس

(ایضاً)

گنگا کے سنگ سلتا پگری
رگر یو کبیرا رام دہائی
سوترا چندن ہوئی نیر یو
سوتا نیا سنگن ہوئی نیر یو
چندن کے سنگ ترور پگر یو
پارس کے سنگ تانیا پگر یو

۱۔ نہ تو گروہ میں باندھ کر رکھ لو اور نہ بیچ کر ہی کھا جاؤ

۲۔ مایا، دولت، خواہشات ۳۔ رشتہ دار

۴۔ جو شخص مایا کے سبب اپنے جی کو اداس رکھتا ہے

۵۔ وہ ندی گنگا میں ہو کر بہے گی۔ ان تمثیلوں سے کبیر کا مقصد یہ ہے کہ وہ

خدا کی ذات میں غم یا فنا ہو کر سولے کی طرف صاف ہو جائے

۶۔ درخت، پیڑ ۷۔ سلجھانا، بنانا، نیڑنا

مایا سے متعلق شعر (گوڑی)

پانی میلا ، مائی گوڑی اس مائی کی پتری جوڑی
میں ناہیں کچھ آدہ نہ مورا تن دھن سبھ رس گوہند تورا
اس مائی تہہ پون سماریا جھوٹا پرتیج جوڑ چلا گیا
کہنوں لاکھ پانچ کی جوڑی آنت کی بار گنگریا پھوری
کہہ کبیر اک نیہو اُساری
کھن مہر پشش جای آہنکاری

(آسا)

اکت پتر بھر اُرکٹ کرکٹ اکت پتر بھریانی
آس پاس بنی جو گیا بیٹھے بیج ٹکٹ دے رانی
نکلی کوٹھن گن باڈاڈوں ا کہنہ بیکی کائی توں

۱۔ میلے پانی میں نہات مٹی کو گوندھ کر اس جسم کی تشکیل کا یہ ہے ۲۔ آس پاس
میرا تورا اور یہی درست ہے ۳۔ اس مٹی میں موائی مٹی یعنی روتھ بھونکی گئی
۴۔ ان کے سر کی تخلیق مٹی کے ٹھوسے چوڑے کی طرح کی گئی ہے ۵۔ کھڑے یہ مایا کی لڑت
استادہ ہے ۶۔ ہندی: جھنڈے لکھ ۷۔ برباد ہو جانا، پناہ میں ہو جانا
۸۔ گھنڈی، مغزور ۹۔ پترا، رقیق، باریک ورق ۱۰۔ کھانے کے ٹکڑے
۱۱۔ کھانے کے لیے پتی جوگی بیٹھے ہیں اور بیج میں ایک نکلی رانی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر
ایک جسم ہے اور اس کا استعمال کرنے کے لیے پانچ خواہ، ہیں اور ان کے بیج میں مایا
دھوس ہے ۱۲۔ مایا
۱۳۔ خزا
۱۴۔ عقل، اچھے بُرے کی تمیز

سگل ماہنہ نکلی کا واسٹا، سگل مار اوہیری
سگلیا کی ہوں بہن بھانجی جہنہ بری تس چیری
مرو بھرتا بُد بیکی آپے سنت کہاؤے
اودہ ہمارے ماتھے کا ریم اور ہرے نکٹ نہ آوے
ناکہہ کائی، کاٹہہ کائی، کاٹ کوٹ کے ڈاری
کہہ کبیر سنتن کی بیرن تین لوگ کی پیاری
(آسا اک تکلی)

شرپنی تے اوپر نہیں بلیا جن برہما بس ہادیو چھلیا
مارو مارو سرپنی نزل جل پیٹھی جن تر جھون ڈسی آلے گر پر ساد دھی
سرپنی سرپنی کیا کہو بھائی جن ساج پچھا نیارتن سرپنی کھائی

- | | |
|--|----------------------|
| ۱۔ سگل، تمام | ۲۔ آدہ وسا - ایک دوا |
| ۳۔ شکار کر کے | ۴۔ سارا عالم، ہر ایک |
| ۵۔ شادی کر دی | ۶۔ باندی، کنیر |
| ۷۔ مالک، گرو | ۸۔ قائم |
| ۹۔ دشمن | ۱۰۔ سانپن = مایا |
| ۱۱۔ بلی، قوت والا | ۱۲۔ بچے نے = جس نے |
| ۱۳۔ شفاف پانی، روح | ۱۴۔ اصل، تر بھونڈ |
| ۱۵۔ جنہوں نے حقیقت کو پہچان لیا انہوں نے سانپن کو مار ڈالا | |

کہتے کبیر سنہو رہے پرانی پرے کال گرس کووا
جھوٹی مائی آپ بندھائی جیوں نلتی بھرم سودا

(ایضاً)

ہر دے کپٹ مکھ گپانی جھوٹے کہا بلو دس پانی
کایا مانجس کون گناں جو گھٹ بھیر ہے کناں
لو کی آٹھ سٹھ تیرہ نہائی کور اپن تو نہ جائی

کبیر کبیر بیچاری ۴
بھوساگر تار مراری

(بلا قول)

ایسواہ سنار پیکھنا رہن نہ کوادی ہے رہے
سودھے سودھے ریگ چلہ تم نہ ترک دکھادی ہے رہے
بارے بوز سے ترنے پھیا سبھو جمنے جی ہے رہے
مانس بھیرا موٹا کینو سینج بلایا کھی ہے رہے

۱ لوگ، آدمی ۲ پکھنا

۳ سیمر کی پھی جو دیکھنے میں خوش رنگ ہوتی ہے اور تہس کے اندر روئی بھری ہوتی ہے

۴ سوٹا = سرگا = سگکا = توتا

۵ مستہ رہا ہے ۶ کڑوا پن

۷ دیکھنا ۸ تماشا

۹ نہیں تو، ورنہ ۱۰ چاہا

۱۱ موت

سر پختے آں چھوچھ نہیں اورا سر پختی جیتی کہا کرے جھپٹ
اد سر پختی تاک کییتی ہوئی بل آبل کیا اس تے ہوئی

۱۰ ہستی تان بست سربرا
گر پر ساہ سہج ترے کبیرا

(راگ سورگم)

جب جریئے تپ ہوئی بھسم تن رہے کر تم دل کھائی
کاپی کاگر نیر پرت ہے ایاتن کی اچھے بڑائی
کابے بھیا پھر تو پھولیا پھولیا ۴

جب دس ماس اڑوٹھ مکھ رہتا سودن کیسے بھول
رجوں مدھ ماکھی توں سٹھور رس جو جو رہن گپا

۱۱ مرت بار لیہو لیہو کرے بھوت دھن کیوں دیا
دیہریں لو بڑی ناری سنگ بھئی آگے سجن سہیل

۱۲ مرگھٹ نو سبھ لوگ، گننہ بھیا آگے ہنس اکیل

۱ چھوچھا، خالی، بے مطلب ۲ جمر، ملک الموت

۳ خدا کی

۴ مسلسل، کپڑا

۵ فوج، موٹائی

۶ کچی، خام

۷ اوپر، اٹھا ہوا

۸ شہد کی مکھی

۹ ایک جگہ، اکھی

۱۰ گزرا ہوا، وقت معین

۱۱ تو = تے = تک

۱۲ دوست

۱۳ مجازاً روتے مراد ہے، جو اپنے راستے پر تہا گامزن رہتی ہے۔

رہے من ہر بھی بھرم || تجہ جگ چوں رام
 اوت کچھ نہ دیتی نہ دیتے جات || جہے اچھے بنے تو جیسے پربن پات
 مٹھیا کر مایا تھی شکہ سبج بچار
 کہہ کبیر سیوا کر دمن منجھ مزار
 (ایضاً)

چرن کمل جاگے رتے سبب سوچن کوں دوتے دیو
 مانو سبب شکہ نوید ہو تاکہ سبج سبج جس بولے دیو
 تباہ مت جو سبب مہر پیکے کٹیل گانٹھ جب کھلے دیو
 بار مبار مایا تے اٹکے تے تر جہ من تو لے دیو
 جہر آہ جاگے تہ شکہ پاوے مایا تاس نہ تہ
 کہہ کبیر میرا من مایا رام پریت کی او دیو
 (راگ کوئل)

نرو ترے تر کام نہ آوے پشو ترے دس کات سباز
 اپنے کرم کی گت میں کیا جانوں میں کیا جانوں بابا ر
 ہار جلتے جیسے لکڑی کر توڑا کیس جلتے جیسے گھاس کا ہولا

۱۔ دینا، دیکھنا، ۲۔ نام ہونا، نام ہونا، مٹ جانا
 ۳۔ ہر دے، دل ۴۔ اٹکے لے، اٹکے لے ۵۔ نارضا، ناخوش
 ۶۔ جھکا دینے دو ۷۔ اولے دیو = ادھ لے دیو، ادھ لینے دو ۸۔ ہندی، پشو، جانور
 ۹۔ کذا۔ لیکن کرنتھ صاحب میں دسوارے = سوارے = سوارے، بنائے
 ۱۰۔ کیفیت، رفتار ۱۱۔ تولا ہوا = بوجھ، وزن، ڈھیر

دھنوتا آرو نرو دھن منٹی تا کی کچھ نہ کانی رے
 راجا پر جا سکم کر مارے، ایسا کال پڑانی رے
 پر کے سیدک جو ہر بھائے تنہہ کی کتھاراری رے
 آوہ نہ جاہ نہ کہہو مرے پار برہم سنگاری رے
 پتر کلتر چھی مایا اسے تجہ جیا جانی رے
 کہت کبیر سنہ رے سنہ پلے سارگ پانی رے
 (ایضاً)

ان مایا جگدیش گ کی ترے چرن لب رے
 کنچت پریت نہ اچھے جن کو جن کہا کرہ بیچارے
 دھرگ تن دھرگ دھن دھرگ اہ مایا دھرگ دھرگ مت بدھ پنی
 اس مایا کو دیر رھ کر اکھہ باندھے آپ بھچتی نا
 کیا کھیتی کیا لیوا دے ای، پر تیج چھوٹھ گمانا
 کہہ کبیر تے انت بگوتے آئی کال بندانا
 (ایضاً)

سر پر سر دور بھیرے آچے کمل الوپا || پر جوت پڑ کھوٹم جاگے دیکو نہ روپ

۱۔ آدمی، مرد ۲۔ کہانی، عزت، توقیر ۳۔ نرالی، مختلف
 ۴۔ سنگھٹ، ساتھ دینے والا ۵۔ طورت، نیابی ۶۔ اصل: جگدیش = خدا
 ۷۔ کھوڑا کھوڑا ۸۔ لعنت ۹۔ چھلنے والا ۱۰۔ ٹھکنے، تڑاب
 ۱۱۔ لینا دینا، کاروبار ۱۲۔ بھونکنے، بھوجائیں گے، آخر میں گھبرا جائیں گے
 ۱۳۔ بہت خوبصورت، نامد - ہرارتی والا کمل

(ایضاً)

کھٹم مرے تو ناری نہ رووے رکھوارے کا ہوئی بناس
 اُس رکھوارا آورد بدوے آگے ترک ایہاں بھوگ بلاس
 ایک سہاگن جگت پیاری سگے چتہ جنت کی ناری
 سہاگن گل سوہنے ہار سنت کو پکھ بگے سنار
 کر سیہ گارو بھی پکھاری سنت کی ٹھٹھکی پھرے بھاری
 سنت بھاگ آہے پانچے پرے گر پر سادی مارہ ڈرے
 شاکت کی اوہ پنڈ پرائن ہم کو درست پرے ترکہ ڈارن
 ہم یس کا بہر جانیا آو جب ہوے کر پال ملے گم دیو
 کہہ کبیر اب باہر پری سنارے کے انجل لری

(ایضاً)

گرہ سو بھا جائے رے تارہ آوت پہیا کھو دے جہارہ

- ۱ ختم ، مالک ، شوہر
- ۲ عیش و عشرت
- ۳ سنگھار
- ۴ اصل : پرائنٹر (पराङ्गिणी) = جسم کی حفاظت کرنے والا۔
- ۵ اصل : ڈرائنٹر
- ۶ لڑی ، موتی کی لڑی
- ۷ ختم ، مالک ، شوہر
- ۸ گل ، گردن
- ۹ جھگڑا
- ۱۰ ہندی : شاکت = طاقت کا بھاری
- ۱۱ اصل : پرائنٹر (पराङ्गिणी) = جسم کی حفاظت کرنے والا۔
- ۱۲ اصل : ڈرائنٹر
- ۱۳ بھید ، راز
- ۱۴ جہان
- ۱۵ لڑی ، موتی کی لڑی
- ۱۶ بھو کا

کہہ کبیر تب ہی نہ جاگے
 جہم کا ڈنڈ مونڑ مہر لاگے
 (ایضاً)

نارہ مالس ، نارہ دیو نارہ جوگی ، تا آودھوتا
 نارہ جتہ جنت کی ناری ایہاں مہر کون بسای
 نارہ راز ہی نہ آودا سی نارہ پنڈ نہ رکو راتی
 نارہ تپا کھاوے سیکھو نارہ تپا کھاوے کھو
 اس مرے کو جے کواد رووے گم پر سادی میں ڈگر ڈا پائیا
 کہہ کبیر اہ رام کی آلس جس کا لہ پرے نہ منس

- ۱ روح جو جسم میں رہتی ہے
- ۲ شیو
- ۳ رامانند کے ماننے والے جو دنیاوی معاملوں سے الگ رہتے ہیں۔
- ۴ گھر۔ مجازاً جسم
- ۵ لال خون
- ۶ شیش
- ۷ آبرو ، عقل ، مجازاً خدا
- ۸ کاغذ
- ۹ سنیا سی
- ۱۰ شیش
- ۱۱ دشواری ، مشکل مقام
- ۱۲ سیاہی ، موشتناجی

(بھیرو)

جل مہر میں مایا کے بیدھے
کام مایا کچھ کو بیاپے
مایا ایسی موہنی، بھائی
پنکھی مرگ مایا مہر راتے
پڑے اسٹ مایا مہر بھیل
چھتے جتی مایا کے بتندا
تے رکھیر مایا مہر سوتا
سوان سیال مایا مہر راتا
ماجاہ گاڈر آر لوہرا

دیک پتنگ مایا کے چھیدے
بھوئی انگم بھرگ مایا مہر کھاپے
جیتے جیتے تیتے ڈھکائی تے
ساگر ماکھی ادھک سنتا پے
سیدہ چوراسیہ مایا مہر کھیل
نوسے ناتھ سورج آر چندا
مایا مہر کالی آر بیچ دوتیا
بنتر چیتے آر سنگھاتا
یرکھ مول مایا مہر پرا

۱۳۴

واکے انتر نہیں سنتو کہ
دھن سوہاگن مہا پو بیت
سوہاگن کرین کی پونی
سادھ کے کھٹاڑھی دربار
سوہاگن ہے ات سندری
جو لگ پران تو لگ سنگھ
سوہاگن جھون ترے لیا
برہما بٹن مہر سیدے
سوہاگن اروار نہ پار
پانچ نارو کے سنگ بدھوار
پانچ نارو کے میٹھے پھوٹے
کہہ بکیر گر کر پا چھوٹے

مین سوہاگن لاگے دوکھ
تے تپیر ڈولے چیت
سینک جج جگت سیوں سوتی
شرن تیری موکو زنتار
لگ نیور چھنک چھنری
ماہرہ تا چلی بیگٹ اٹھ سنگھ
دس آکھ پیران تیرے رس کیا
بڑے بھوت راجے ہے چھیدے
پانچ نارو کے سنگ بدھوار
پانچ نارو کے میٹھے پھوٹے
کہہ بکیر گر کر پا چھوٹے

۱ بندھا ہوا، جکڑا ہوا

۱ مچھی

۲ دھوکا کھانا، برباد ہونا

۲ ہاتھی

۳ دکھ اٹھانا

۳ شاکر، شکر، میٹھی چیز

۴ ادنٹ

۴ گھوڑا

۵ گتتا

۵ چھ، شمش عدد

۶ بندر

۶ سیار، گیدڑ

۷ بھیڑ

۷ سنگھ، شیر

۸ لومڑا، لومڑی

۱ ہندی: سندوش، اطمینان، فراغت

۱ مایا

۲ سوتی ہوئی

۲ خادم، بھگت

۳ نجات، چھڈکارا

۳ ہندی: شرنڈ، پناہ

۴ فوراً، جلدی

۴ نرم دھن پیدا کرنے والی

۵ ویشٹو

۵ عیشی کیا

۶ لوگ کے ایک عمل کی طرف اشارہ ہے جس میں تمام قوتوں پر قابو حاصل کیا جاتا ہے۔

رہس واد سے متعلق شعر

(گوڑی)

ہن ست سستی ہوئی کیسے تار
پندت دیکھوہ ردائے بیچار
پریت پنا کیسے بد سے سنبھ
جب لگ رشت تب لگ نہیں پنہ
شاہن ست کرے جیا اپ
سور میسے کو سہلے نہ سچے

نن مہم دمن کرہ سونہ مرے

سوئی سہاگن کے کیر کبیر

(ایضاً)

اوی جو دیسہ انبر تارے
کہہ رے پندت انبر کا سو لاگا
سورت چند کرہ اجی را
بوجھے بوجھنہار سبھا گا
شجہ مہر پر یا بریم پسا را

کہہ کبیر جانیکا سوی
رہرے رام مگھ رائے ہوئی

(گوڑی پنج پرا)

پیو کرے دان چار ہے ساہ رٹے جانا

اندھا لوک نہ جاہنی مورکھ ایا تا

مائیا انتر بھینے دیو ساگر اندرا اڑ دھرتیو

کہہ کبیر جس اڈر رتس مائیا

تب چھوٹے جب سادھو پائیا

۱ پیٹ

۱! ہر دے دن ۲ ذاتی نفت آرام سے سہین دھانے ۳ اپنا حق جان کر کے بے
۴ غیش کرنے والا ۵ آسان ۶ مقصود کیا سمجھایا ۷ مقصود، تصویر بنانے والا
۸ آسان کس چیز پر قیاس نہ بوجھنے والا، علم کا متلاشی ۹ سب میں برابر ایکساں
۱۰ کرہ = کھڑا، گاؤں، شہر کا گھر ۱۱ مالک کے قریب

اُر نہ بھینچے پُٹ نہ کھلے ہر درس کی آسا
اُر نہ کاگا کارے ۱۱ بیگ ملیجے اپنے رام پیارے
کہہ کبیر جیون پد کارن ہر کی بھگت کر لیجے
ایک ادھار نام نارائن رستنا رام رویے

(آسا)

تن ریشی من پُتیر پُت کو ہوں پاچوں تت براتی
رام راہی سیو بھادبے ہوں آتم تہ رنگراتی
گا و گا وری مڑ لہئی منگل چار ۱۱ میرے گرہ آے راجا رام بھتا را
ناکھ کمل ہر بیدی رتھائے برہم گیان اچا را
رام راہی سیو دولہ پُت پاچوں بڑ بھاگ ہمارا
سُر نرمن جن کو تک آے کوٹ تینیسوں جانا
کہہ کبیر موہ بیاہ چلے ہیں پردکھ ایک بھگوانا

(آسا)

کیشو سنگار ملن کے تائیں ہر نہ بے جگ جیون آسائیں
ہر میر پُت ہوں ہر کی ہر گیا رام بڑے میں تنگ پُتیا

۱ زیادہ آنسوؤں سے اس کا دل دکھای نہیں دیتا۔ مراد یہ ہے کہ اسے اس بات کا اندیشہ ہے
کہ زیادہ آنسوؤں کی وجہ سے آنکھوں کی روشنی مدھم ہو جائیگی جس کے نتیجہ میں خدا کا دیدار محض
صاف نہ ہو سکے گا ۲ خوشیوں سے بھایا ہوا ۳ مکر ۴ حواس غصہ کو براتی بناؤں گا
۵ عورت ۶ عاشق ۷ بہو، معشوقہ ۸ چھوٹا، خورد
۹ چھوٹا، ادنا

کہہ ڈنڈیا باندھے دھن کھڑی
یاہ گھر آے مسکلاؤ آئی
اوہ جے رستے کھوہری مکن لاج پھاری
لاج گھڑی سیو نوٹ پڑی اٹھ چلی پنہاری
سایب ہوے دیل کرتیا کرے اپنا کاج سوارے
تاشو باگن جانیئے گر سب بیچارے
کرت کی باندھی سبھ پھرب دیکھو بیچاری
ایس نوکیا آکھئیے کیا کرے رچ رچ
بھئی نراسی اٹھ چلی جیت بندھ نہ دھیرا
ہر کی چرنی لاگ رہے بچ سرن کبیرا
(کوڑی)

پنتھ ہمارے کامن لوچن بھری لے آسا

۱ ڈنڈی، ڈولا ۲ معشوقہ اپنا سادو سامان باندھ کر کھڑی ہے ۳ یہاں
۴ رخصت کرنے ۵ چھوٹا کنواں ۶ رستی۔ مراد یہ کہ غلم معرفت کے سوا
یہ سیراب ہونے کے لیے کسی کتاب کی رستی کی ضرورت نہیں ہے ۷ حجاز آرو
۸ اصل: سو باگن چاٹریے ۹ تخلیق، کارستانی ۱۰ بڑنا
۱۱ اصل: چرٹ ۱۲ ہندی: شرن ۱۳ راست
۱۴ عورت ۱۵ آنکھ

باجیگر سوانگ سکھلا اپنے رنگ روئے اکیلا
 کتنی تیر بھرم نہ جای سمجھ کتھ کہتہ رہی رکالی
 جاکو گر کھ آپ بجھای تاکے ہر دے رہیا سمان
 گر کچھت کبیر پائی کینی سمجھ تہ من دیتہ ہر لینی
 کہہ کبیر رنگ راتا
 ملیو جاگ جیون داتا

(ایضاً)

کیا پڑھی ہے کیا گئی ہے کیا بید پڑانا مٹنی ہے
 پڑھنے سے کیا ہوئی جو سمجھ نہ ملیو سوی
 تیر کا نام چس گنوارا کیا سو چہر بار بار
 اندھیارے دیکھ چھپے اک بہت اگوچہ چر لپیٹ
 بہت اگوچہ پائی گھٹ دیکھ رہیا سمان

کہہ کبیر اب جانیا

جب جانیا تو من مانیا
 من مانے لوگ نہ پیچھے
 نہ پیچھے تو کیا کیجئے

۱۔ سیڑا، جمع کر لیا ۲۔ دھت لینا ۳۔ کچھ کچھ، ذرا سی ۴۔ جسم
 ۵۔ ملک محمد جیسی نے پداوت میں پڑان، یعنی قرآن، نظم کیا ہے یہاں بھی
 یہی زیادہ بلیغ معلوم ہوتا ہے ۶۔ پڑھنے سے
 ۷۔ غیر ہر جو چیز اس کے ذریعے حاصل نہ ہو سکے ۸۔ حاصل کر گیا ۹۔ یقین کرنا

دھن پر ایک سنگ بسیرا سچ ایک پے بن دھیرا
 دھن شہاگن جو پیہ بھاوے
 کہہ کبیر پھر جنم نہ آوے

(آسا)

رہ رہی بوہریا گھونگھٹ جن کاڑھے

انت کی بار آہنگی نہ آڑھے
 گھونگھٹ کاڑھ گئی تیری آگے ان کی گیل توہ جن لاگے
 گھونگھٹ کاڑھے کی ایہے پڑای دن دس پانچ ہو بھلے آئی
 گھونگھٹ تیر تو پر ساچے ہر گن کای کودہ اردنا پچے
 کہت کبیر بہو تب جیتے
 ہر گن گادوت جنم پتیتے

(سورجھ)

دی دی لوچن پیکھا ہوں ہر بن اور نہ دیکھا
 نین رست رنگ لائی اب بیگل کہن نہ بجائی
 ہمارا بھرم گیا بھو بھاگا جب رام نام چیت لاگا
 آہیکہ ڈنگ بجائی سمجھ کھلک تھامے آئی

۱۔ عورت اور اس کا مالک، مراد روم اور خدا ہے ۲۔ روچند، دوہرا
 ۳۔ دل کی آگ ۴۔ منہ سے توڑے سینا سیوں کا راستہ
 ۵۔ بے گل۔ بے وہم، بغیر سوا ۶۔ بازگیر سے مجازاً خدا
 ۷۔ تمام خلقت دیکھنے کے لیے آئی۔

گوارِ کتیا جیسے کرت سیگار کُتو رلیا مانے ^۱ اچھ بھارا
 کاگ اڑاوت بھجا پرانی
 کہ کبیراہ کھتا سرائی ^۲

- ۱۔ کنواری لڑکی، دوشیزہ
 ۲۔ ہم آغوش ہونا، اہلن لینا
 ۳۔ لپٹا ہوا، جڑا ہوا
 ۴۔ کوئے اڑاتے اڑاتے یعنی خواہشوں کو دور کرتے ہوئے
 ۵۔ بائیں دیکھ گئیں
 ۶۔ یہ کہانی ختم ہو رہی ہے۔ زندگی تمام ہوئی جاتی ہے۔

(دھنا مری)

جو جن بھناو بھست کچھ جانے تہ کو اجرت کا ہٹو
 جیوں جل جل تہہ پیش نہ نیکے توں ڈھور پٹیو جلا ہو ^۱
 ہر کے لوگا میں تو مت کا بھورا ^۲
 جو تن کا سی تجہ کبیرا رَمِٹے کہا ہورا ^۳
 کہت کبیرا سنبہرے ٹوئی بھرم بھولہ کوئی
 کیا کا سی کیا اوکھر مگھر رام رتے جو ہوئی
 (راگ سوہی)

نقص ہر کہنے بالاجیٹو
 رین گئی مت دن بھی جانی
 ناں جانوں کیا کر سی ہو
 بھور گئے بگ بیٹھے آئی
 ہنس چلیا کاتیا کملانی
 لاپے کروئے سہے نہ پانی

- ۱۔ اس (موت) کا تعجب کیا ہے ^۱ پیٹھ = داخل ہو کر
 ۲۔ اسی طرح اسے جلا ہے (کبیر) تو بھی خدا کی ذات میں فنا ہو کر رہ جائیگا
 ۳۔ بھولا، بھلاوا ^۲ رہے گا، قیام کریگا ^۳ احسان، نیکی
 ۴۔ اسے لوگوں نے تنہی سی جان ^۴ رات۔ بھر و فراق
 ۵۔ بھنور، بھونرا۔ کالے بالوں کو تشبیہ ^۵ یہ ہے جو جوانی کی علامت ہیں۔
 ۶۔ بگلا، بالوں کی سفیدی کی طرف اشارہ ہے جو پیری کی نشانی ہے۔
 ۷۔ کھڑا، مٹی کا لٹا۔ جسم

ایر دیہی پر مل مہکندا تا سکہ بسرے پر تاندا
کو اٹا ایک پنج پنہاری ٹوٹی لاف بھرے مت ہاری
کہہ کبیر اک بدھ بیجاری
نا اوہ کو اٹا تا پنہاری

(ایضاً)

گلین رساں چوے میری بھائی سنے ہمارے تن بھیا کاٹو
اوا کو کہیے سبج متوارا بیوت رام رساں بیان بیچارا
سبج کلان جو دل آئی آندہ ماتے ات دن جانی
چینت چیت نہ نجن لایا
کہہ کبیر تو آنھو پانیا

(ایضاً)

بیوت مرے مرے پھن جیوے ایک سن پانیا
آنجن مانہ نرنجن رہیے بھڑ نہ بھو جل پانیا
میرے رام ایسا کھیر بلو کیے
گر مت منوا آستھر را کہہ ان بدھ امرتہ جو بی

۱۔ سب سے بڑا سکہ

۲۔ کنواں جسم۔ یہ جسم کنویں کے طرح ہے اور یہ پون حواس اس سے جس لیتا ہے
ان حواس کے ذرائع کے برباد ہو جانے کے بعد کسی یہ رس پینے کی کوشش نہیں
کے رہتے ہیں۔ ۳۔ نہ پانے والی عورت
۴۔ اس مرتے خلا میں سما گیا ۵۔ پایا ۶۔ پیدا ہو کر مرنے کا دور

ہٹ لوگ سے تعلق رکھنے والے شعر
(سری راگ)

اچرج ایک سنہرے پنڈیا، اب کچھ کہن نہ جانی
سرنرگن گندھرب جن موبے تر بھون میکھلی لائی
راجا رام آندہ کنگری باجے جاکی دشت نادلو لاسکے
بھانی گلن سنگھیا اور چنگھیا کنگ کھس اک پانیا
رس مہر دھار چوے ات نرمل رس مہر رسن چواری
ایک جو بات انوپ بنی ہے پون پیا لاسا جیا
تین بھون مہر اکیو جوگی کہہ کون ہے راجا
ایسے گیان پر گھیا پر کھوتم کہہ کبیر رنگ راتا
اور دنی سبھ بھرم بھلائی من رام رساں راتا

(کوٹری)

اور مومے کیا سوگ کریکے تو کیے جو آپن جیجے
میں نہ مردن میر بوسنار || اب موہ پٹیوے جیا دن ہار

۱۔ پنڈا، پنڈوا، پنڈت

۲۔ موسیقی کی اصرت۔ دیوتاؤں کی ایک ذات

۳۔ زنجیر، سلسلہ ۴۔ سریشی کی قسم کا جو گیوں کا ایک ہوا

۵۔ ہندی: ویشٹ = نگاہ ۶۔ کولکانا، اٹھو ہو جانا

۷۔ اڑاناڑی (بائیں طرف کی) ۸۔ پنکل ناڑی

۹۔ برہمی، گھرا ۱۰۔ وہ دوا جو تمام روگ دور کر دیتی ہے

(ایضاً)

پاپ پُں دوی بیل پشا ہے پون پونجی پرگا سیوہ
 ترستا گون بھری گھٹ بھیران بدھ ٹانڈا پساہو
 ایکسانیک رام ہمارا ॥ سگل سنہارو کیو بنجارا
 کام کرددھ دوی بھئے جگاتی من ترنگ بٹوارا
 پنج تت بل دان رنیر میں ٹانڈا اتر یو پارا
 کہت کبیر سنہرے سنہرے اب ایسی بن آرا
 گھاتی جڑ دھت بیل اکٹ تھا کا چلو گون چھکا
 (راگ گوڑی پوری)

جہہ کچھ آہا تھاں کچھ ناہیں پنج تت تہہ ناہں
 اڑا پنکلا نکھن بندے اے اوگن کت جانی
 تاگاتا گنگن بنس گنیا تیرا بولت کہاں سہای
 ایہ سنسا موکو اندر بیاپ موں کو کون ہے جانی

۲ اصل: گونتر = پوری

۳ سوداگر، لین دین کرنے والا

۴ راہزن، ہمارے ڈاکو

۵ آداگون

۶ خلا، مقام الوہیت

۷ شنکا، ششہ

۱ خریدے

۲ بنچے رہے کا سامان

۳ ٹیکس وصول کرنے والا

۴ گنہ

۵ سانس

۶ بولنے کی طاقت

گر کے بان بھر کل چھیدی پر گٹیا پد پر گاسا
 سکت ادھیر جیوڑی بھرم چو کا پھل سو گھیرا سا
 بن بن بائے دھنکم چڑھائیئے راہ جگ بیدھیابھائی
 دہ دس بوڑی پون جھلا دے دور رہی بولای
 ان من منوا سن سمانا دبدھا درمت بھاگ
 کہہ کبیر انہو ات دیکھیا رام نام بول لاگی

ایضاً

اٹت پون چکر کھٹ بھیدے سرت سن انراگی
 آدے نہ جانی، مرے نہ جیوے تاش کھوج بیراگی
 میرے من من ہی اٹت سمانا
 گر پر ساد بھی اکل اورے نہ ترو تھا بیگانا
 نورے دور دور کھن نورے جن جیسا کرمانا
 اٹوتی کا جیسے بھٹیا بریڈا جن پیا رتن جانا
 تیری زرگن کتھا کاے سیو کپے آیا کوی بیکی
 کہہ کبیر جن دیا پلینتا رن تیسی جھل دیکھی

۱ ادھیر ۲ کمان ۳ پرانا نام۔ سانس روکنے کا عمل

۴ دور درشتہ، ذریعہ، تاکا ۵ پونج کا عمل جس میں سانس منہ کے اندر رک کر قایم ہو جاتی ہے

۶ پرانا نام کے ۷ چھ چکروں کو گنڈ یعنی کے ذریعہ بندھ کر ۸ دور

۹ خدا کا مقام ۱۰ عشق کرنے والا ۱۱ لڑنے والا، نزدیک، قریب

۱۲ ان کے اس آئینے میں جاتے ہیں ۱۳ سنیاسیوں کا ایک عمل ۱۴ پتیل، جس میں مٹی

۱۵ ایک ۱۶ بولنے کی طاقت ۱۷ ایک ۱۸ ایک ۱۹ ایک ۲۰ ایک

مُن پون دوسے تو بنا کر یہے جگ جگ سار دساجی
 بھرو بھی تفتی تو شس ناہی اہند کینگری با جی
 مَن مَن مَن بھئی ہے پورے مایا ڈولن لاگی
 کہہ کبیر تا کو پُتر پ جنم نہی کھیل گئیو بیراگی

(ایضاً)

گج نو گج، دس گج اکیس میرا ایک تینائی
 ساٹھ سوت نو کھنڈ بہتر پاٹ لگو آدھکائی
 گئی بناون مائو گھر چھوڑے جائے جلا ہو
 گئی نہ مئی اے تول نہ ٹیلے پاجن سیرا لھائی
 جو کر پاجن بیگ نہ پاوے جھگر کرے گھر ہائی
 دن کی بیٹھ کھٹم کی برکس راہ بیل اکت آئی
 چھوٹے کوندے بھگے پوریا چلیو جلا پوریا

۱ کدو ۲ ہندی، شاردو، بادل ۳ سارو سازی = شور پیدا کرنا

۴ ستار کی قسم کا ایک باجا ۵ چنچل ہوگی

۶ نوگز، دس نوگز اور اکیس گز کا ایک پُریا تانا گیا

۷ کپڑا ۸ ماں بھی، والدہ بھی

۹ گز، ایک موٹا کپڑا ۱۰ پلتی ہے

۱۱ گھر پر باد کرنے والی، جھگڑا، عورت

۱۲ پنٹھ، بازار ۱۳ خصم، شوہر

۱۴ برکت

جہر بر بھنڈ پند تہہ ناہیں رچنا ہا رہ تہہ ناہی
 جوڑن ہاروسد، آتیتا راہ کہیے کس مایہی
 جوڑی جڑے نہ توڑی توڑے جب لگ ہوئی بناسی
 کا کو ٹھا کر کا کو شیوک کو کا ہو کے، جاسی
 کہہ کبیر یو لاگ رہی ہے جہاں ہے دن رات
 ادا کا مر م ادی پر د جانے اوہ تو سدا اپنا سی

(گورئی)

سُرت سہرت دی کئی مُندا پریت باہر کھنڈھا
 سُن چکھا تہہ آسن بیسن کلپ پیریت پنتھا
 میرے راجن میں بیراگی جوگی مرت نہ سوگ بیوگی
 کھنڈ بر بھنڈ مہر سینگلی میرا بڑا سبھ جگ بھسا دھاری
 تارڑی لاگی ترپل پلپے چھوٹے ہوئی پساری

۱ کائنات کے مختلف اجزاء میں ربط پیدا کرنے والا ہمیشہ غیر محدود ہوتا ہے۔

۲ مانک کس کا ۳ کس کا غلام ۴ ہندی: سُرت = سماعت

۵ تنظیم کے ضابطوں سے مشتق ہندوں کی مذہبی کتاب ۶ کان کا زیور

۷ کان میں پہنے کا بلور کا کنڈل ۸ مذہبی حدیں ۹ پہننے کا کپڑا

۱۰ خلا، مقام، اربیت، ۱۱ حجاب ۱۲ خالی - وہ عالم جس کی گئی پیش پیر

۱۳ سینگ کا زخو ۱۴ نکلا یا خیال کو ایک نقطہ پر مرکوز کرنا

۱۵ ماضی، حال، مستقبل

۱۶ پلٹے گا، تبدیل کرنے میں

۱۷ پھیل ہوا، ہر چیز پر حاوی

آہر کہ واد نہ کیجئے رے من ۱۱ سکر ت کر کر لیجئے رے من
گھارے ایک جو مائی گوندھی بہہ بدھ بانی لائی
کا ہو جہہ موتی مکتا پل کا ہو بیادھ لگانی
سوم ہیں دھن را کھن کو دیا مگر دھن دھن میرا
بم کر ڈنڈ مونڈ جہہ لگے کھن جہہ کرے نیرا
ہر جن اتم بھگت رداوے آگیا من شکھ پای
جو تیس بھاوے ست کر مانے بھانا من دسی
کئے کبیر سنہ رے سنہ میری میری جھوٹی
چر ٹٹ پھاڑ چٹا رائے گیتو ترشی تا گری جھوٹی

(رام کلی)

کایا کلان لاہن میلو کر کا سب کر گین رے
تر سنا کام کرودھ مد متسر کاٹ کاٹ کس دین رے
کوی ہے رے سنت سہج شکھ انترج کو جب تپ دیوں دلائی
ایک بوند بترن من دیووں جوئے دیئی کلانی رے

۱ کھانا ۲ بھلا نام، نیک عمل ۳ کچھ سر
۴ جو قوت، ناداں ۵ جسم ۶ چیتھڑا
۷ جھکلا، ہیرا ۸ کپڑوں کا بکس
۹ زنجیر ۱۰ نفع
۱۱ کشش، عرق کشیدہ کر دیا، عرق نکال دیا

چھو چھی نلی تنٹ نہیں نیکے نہ تر رہی ارجھائی
چھو ڈپسار ایہاں رہہ پیری کہہ کبیر بھائی

(آسا)

سنگ سندانٹ نہیں پائیا
ہر کا بلوڈونا بلودہ میرے بھائی
تن کر تکی من ماہ بلوئی
ہر کا بلوڈونا من کا بیچارا
کئے کبیر کڈیہ کرے بے میرا
رام نام لگ اترے تیرا

(آسا)

کا ہو دینھے پارہ پٹمبش کا ہو پند گمڈ لوارا
کا ہو گری گودری ناہی کا ہو کھان پرارا

۱ تاگا، ڈورا، تانت ۲ مٹھنا، جستجو کرنا
۳ جس کے نتیجے میں، تاکہ ۴ مادہ، سنت
۵ مٹھنا ۶ نظر، نگاہ
۷ میر، میراں، سردار ۸ ایک ریشمی کپڑا
۹ پنک لواڈ کا ۱۰ پیاز
۱۱ دسترخوان ۱۲ کرلا

چو کی آئے موہ مئی آپہا سس کینو شور گراٹ
 جب کنجھکٹ ہا یہ پتہ لینا تب باجے انہد پینا
 سکتے بک سبڈ سنا سنا سکتے شین من لب سنا
 کر کرتا آتس پارنگ
 کہے کبیرا س رنگ

(راگ مارو)

دیہی گاواں جو دھرتی بہت بے پناہ کر سنا
 نینو نکو شہر نورست اندری کہیا نہ مانا
 بابا اب نہ سوں اہے گا دیوں
 گھڑی گھڑی کا لیکھا مانگے کا پتہ چیت ناوں
 دھرم رائی جب لیکھا مانگی باکی نکسی بھاری
 پنخ کا نوا بھاگ کیے بادیو جو دھرتی

۱۔ چو کیلے = خالی ہو گیا

- ۲۔ (سہتر دل استھت) چاند نے (مولا دھار استھت) سورج کو آغوش میں لیا۔
- ۳۔ سانس روکنا ۴۔ اصل: لیترا (लीटर) اسی نرت پیرا بھی
- ۵۔ دیہہ گاؤں، دیہات ۶۔ لکھیا، سردار ۷۔ کسان ۸۔ آنکھ
- ۹۔ ناک ۱۰۔ کان ۱۱۔ زبان، مزایینہ دالی ۱۲۔ لمس، چھونا، حواس
- ۱۳۔ گھڑی گھڑی، پل پل ۱۴۔ حساب مانگے گا ۱۵۔ پٹواری، محاسب
- ۱۶۔ نفس مطمئنہ ۱۷۔ باقی ۱۸۔ بہت زیادہ باقی بچے گا۔

سون چتر دس بھٹنی کینھی برہم اگن تن جاری رے
 مدرا مدک سہج دھن لاگی سکھیں پوجن ہاری رے
 پتہ برت نیم سچ سنجم رو سس گئے دیورے
 رت پال سدھار سس انرت اپہ ہمارس پورے
 رنجہ دھار چوے ات نرل زہ رس منوار التورے
 کہہ کبیر سگے مد چو چھے اے ہمارس ساچورے

(راگ مکی)

بڑھ بندھن پاتیا ملے گڑ ازل بچھٹیا
 جب تک سکھ اہ من چنیھا تب آنتر مجن کینھا
 پون پت ان من رہن کھرا نہیں برت نہ جنم جرا
 اٹی لے سکت سہارنگ پیسی لے لگن منھا رنگ
 بدھ ہی آئے چکر چھوٹا بھیتی آئے رای رنگا

۱۔ دستور، اصول ۲۔ ہندی: سورج = پاک

- ۳۔ سنہ پیتوا، حواس پر قابو حاصل کر لینا، یوگ پر دھیان دینا
- ۴۔ چاند سورج ۵۔ دیور ۶۔ بندھن میں پڑتے ہیں
- ۷۔ نجات ۸۔ مرشد ۹۔ آگ
- ۱۰۔ غسل ۱۱۔ الٹ لیا ۱۲۔ کندھیں
- ۱۳۔ اکیلا

تمثیلوں سے متعلق شعر

(گوڑی)

ایسا چرخ دیکھو کبیر
دردھ کے بھولے بردے میر
ہری انگوری گدھا چرے
نت اکھ پاسے سینے ٹرے
ماتا بھینسا آٹھا جائی
گد گد چرے رشتا لپائی
کہہ کبیر پرگٹ بھٹی کھٹ
لئے لے کو جو نگے نت بھٹ
رام رمت رمت پرگٹ آئی
کہہ کبیر گد سو جھی پائی

(گوڑی)

دیر چہار لگام پیرا دوں
سگت جین لگن دوراؤں
آپنے پیارا سواری کیجے
سج کے پاؤں سے پگ دھریجے

۱ پانی، مایا ۲ خدا کا علم، معرفت الہی ۳ نفس اپارت، خاصہ
۴ خوش ہو کر نیکتا ۵ مایا، جوس ۶ وہ پھر جس کا منہ نہ ہو، نادان
۷ ساتواں طبقہ، یا مال، تحت ترا ۸ کھیل ۹ خواہش، جذبہ
۱۰ بکری کا بچہ، نہ بھی کہتا ہیں ۱۱ انھن کو چوستا ۱۲ باندھ کر ۱۳ کائنات، خلقت
۱۴ زن ۱۵ غلامادیہ کہ نفس کے منہ میں تقوا کی لگام دے کر ساری کائنات کی
سیر کروں ۱۶ رکاب

کہے کبیر سنہرے سنتے کھیت ہی کرہ نہیرا
اب کی بار بھٹیں بندے کو نہر نہ بھوجل پھیرا

(بھیرو)

سیو کی پرتی بسے بدھ سار
تہہ تمہ مل کے کرہ بچار
ایت اوٹ کی سو جھی پرتے
کون کرم میرا کر کر مرے
نچ پد ادیر لاگے دھیان
راجا رام نام مورا برہم گیار
مول دوار سے بندھیا بندھ
رو ادیر گہرہ راکھیا چن
پچم دوار سے سورج تے
میر ڈنڈ سرادیر لے
پنچم دوار سے کی سل اوڑ
تہہ سل ادیر کھڑکی آدر

کھڑکی ادیر دسواں دوار
کہہ کبیر تا کر انت نہ پار

۱ حساب کر دو، انگ کر دو
۲ بخش دیجی معاف کیجیے
۳ شیو کی پرتی = بنارس
۴ مرشد
۵ برے اور نیکے
۶ مولا دھار چکر
۷ بندھن باندھ لیے
۸ سورج
۹ اڑاناڑی
۱۰ اوٹ، آگیا چکر
۱۱ برہم زندہ

بھگت بن برتے تھے جنم گئیو
سادھ سنگت بھگوان بھن بن کہی نہ سچ رہیو
رجوں ادیان کشم پر پھلت کینے نہ گھر او کیو
تیسے بھرمست ایک جون مہر پھر کال ہیو
ایا دھن جو بن است دارا پکھن کو جو دیو
رن ہی مانہ اٹک جو آر جھے اندری پر پر کیو
اودھ اٹل تن تنکو مندر چندس ٹھاٹ ٹھیکو
کہہ کبیر بھے ساگر ترن کو میں ست گراوٹ دیو

(آسا)

پھل ربابی بلڈ پکھاوج گڑوا تال بڑوے
بیر چولنا گدھا نا پے بینا بھت کراوے
راجارام ککریا بڑے پکے ال کئے بوجھن ہارے کھارے
بیٹھ سنگھ گھریاں لگاوے گھٹس گلوں لیاوے
گھر گھر سری منگل گاؤہ کھوا سناہ بجاوے

۱۔ باغ
۲۔ پھول
۳۔ خوشبو لیتا ہے
۴۔ مدت، زندگی، معاد
۵۔ آگ
۶۔ بڑھا، بیل
۷۔ فیل، ہاتھی
۸۔ گھوس
۹۔ چوہیا، گوش
۱۰۔ گھوڑا ہے
۱۱۔ سنگھار
۱۲۔ ناگوا

چن رہے بگنٹ تھیں تے تاروں
ہیچ ہیں تا پریم کے چابک ماروں
کہت کبیر بھے اسوارا
بید کتب سے نہ پھیندہ نہ رارا
(گوری چیتی)

دیکھو بھائی گیان کی آئی آندھی
سجے اڑانی ہرم کی ٹائی رہتے نہ مایا پاندھی
دپتے کی دوی ٹھون گرائی موہ بلینڈا لوٹا
لے نا چھان پری دھراو پر درمت بھانڈا پھوٹا
آندھی پائے چھے جو جل برکھے تہ تیرا جن بھینکا
کہہ کبیر من بھیا پرگا سا ادے بھان جب چنیا

(گوری)

جون کپ کے کڑست چٹن کی لبدھ نہ تیاگ دیو
جو جو کرم کئے لایج سیو تے پھر گرہ پر لو

۱۔ ایچ کر، کھینچ کر
۲۔ کتاب، مذہبی کتاب
۳۔ کھٹاٹ، دھوم
۴۔ فکر مند
۵۔ حقوں، بوجھ، دیکھنے کی کھنیا
۶۔ لایج کا سامان
۷۔ سورج
۸۔ بندر
۹۔ ہاتھ کی مٹھی، مشت
۱۰۔ خصل میں پڑ جاوے
۱۱۔ چنا

بنش کے پوت بیابن چلیا سٹی نے منڈپ چھائے
 روپ کنیا سند بیدہ سے سنگہ گن گارے
 کہت کبیر سنوہ رے سنتہ کیسی پرست کھائیا
 کچھوا کہے انگار بھلور الو کی شبد سنائیا

(آسا)

کہا سوان کو سمر سناب
 رام رام رام رتے رم رہتے
 کوٹا کہاں کپور چر اے
 ست سنگت بل بیگ بدھ موی
 ساکت سوان سمجھ کر کہاٹیا
 انترت نے نے نیم سنچائی
 کہت کبیر ادا کو سہج نہ جائی

۱۔ بانجھ ۲۔ ادنی ذات والا، روح بیدار ۳۔ سونے کا منڈپ، جسم
 ۴۔ حسین دوشیزہ بنایا یہ خرگوش ۵۔ بیار، مٹھائی کے موڑا بندت، بچوا
 ۶۔ بیاد کے موقع کی آگ ۷۔ کالی گانے وائیاں نا بیاد کے موقع خیر خوشی کے گانے
 ۸۔ یہ روحانی بیاد کی تمثیل ہے۔ ہاتھی، بیل، گدھا اور بھینسا جو اس نفسانی کی صورت میں
 کڑے نے پہاڑ کو کھدایا ہے مراد ہے کہ جسم نے روح کو نگل لیا۔ نگار ابھی جنمیل ہو گیا ہے مطلب
 کہ عشق روحانی معاملات دنیا سے مٹوٹ جوتے لگا۔ اس طرح کرپ کے بڑے سے علم حقیقی مراد ہے
 ۹۔ کتا، غیر سنت ۱۰۔ طاقت، سکنت ۱۱۔ پس والا سانپ
 ۱۲۔ برناد، اخلاق

(آسا)
 پہلا پوت پچھے ری مائی
 ایک اچنچھو سنہ تم بھائی
 جل کی پھل ترور بیائی
 تلے رہے بیسا او پر سولاں
 گھورے چار بنش چراون جائی
 گرو لاگی چیل کی پائی
 دیکھت سنگھ جرات نگائی
 دیکھت گترالے گی بلائی
 رتس کے پیر لگے پھل پھولاں
 باہر بیل گون گھر آئی

کہت کبیر جے اس پر بوجھے
 رام رمت تر سبھ کچھ صوبجھے

(آسا)

شاس کی دخی شش کی پیاری جیٹھ کے نام ڈرورے
 سکھی شہیل تند گھیل دیور کے برہوں جردورے

۱۔ بیٹا = حیوان ۲۔ دس = دس ۳۔ مرشد، قول ۴۔ روحانیت والا
 ۵۔ شیر = علم ۶۔ اہام ۷۔ بچائی = کتہ لیس ۸۔ درخت، درخت کی پانی پیر
 ۹۔ کتا، بے علم ۱۰۔ بلی = مایا ۱۱۔ پیر، گھوڑا = نفس ۱۲۔ غصہ، لاتی کا مقام
 ۱۳۔ متعلقات = جبر اور سہتہ دل کس ۱۴۔ لیلی، بوری ۱۵۔ اشبات حسن کا مایا
 ۱۶۔ پانچوں اوداج ۱۷۔ مرشد ۱۸۔ غیر سادھو
 ۱۹۔ قوت علم ۲۰۔ قوت علم شخص
 ۲۱۔ جگر رکھا ہے

توں بامہن میں کسی کا جلاہا بوجھہ مور گیا نا
مہر تو جاچے بھوپت را بے ہر سوں مور دھانا

(راگ سوہی لٹ)

تھا کے نین سروں سن تھا کے تھا کی سندر کا نیا
بڑا پٹ دی سب مت تھا کی ایک نہ تھا کس با تیر
دور تے گیان بچارو نہ پائیا ۱۱ پر تھا جنم گوا نیا
نہ رہا پرانی تے شروہ جب لگ گھٹ تھہ ساس
جے گھٹ جائی تا بھاؤ نہ جاسی ہر کے چرن نواسا
جس کو شہبازے انتر جو کے تہہ پیا شا
ہکے بوجھے چوڑ کھیلے سن جن دھائے پاس
جو جن جان بھجہ ابلت کرتن کر کچھ نہ ناسا
کہہ کبیر تے جن کہو نہ بارہ ڈھال جو جانہہ پاسا

۱ ذرا ۲ ہانک، ہنکاری ۳ پیاسا ہوتا ہے

۴ تالاب (شکمہ کا) ۵ جسم ۶ عبادت کا جذبہ

۷ لفظ، فقرہ ۸ دنیاوی معاملوں سے متعلق پیاس جاتی رہتی ہے

۹ حکم ۱۰ زندگی کی بساط

۱۱ جس نے من کو لگا کر، جوڑ کر

میری مت بوری میں رام پار لو کہن بدھ رہن رہو رہے
سیجے رمت نہیں نہیں پکھوں اہ دھ کا سوں کہوں رہے
باپ ساو کا کرے لڑائی مائیا سہ متواری
بڑے بھائی کے جب سنبھ ہوتی تب ہونہ پیری
کہت کبیر تیج کو جھگڑا جھگرت جنم گوائی
جھوٹی مائیا سبھ جگ باندھیا میں رام رمت کھ پائیا

(آسا)

ہم گھر سوٹ تنہہ نت تانا کنٹھ جنیو تھارے
تم تو ہید پڑھ گائتری گو بندر دے سہارے
میری چہا بسن نین نارائن ہر دے بسہہ گو بندا
جم دو ارجب پوچھس پورے تب کیا کہس مکندا
ہم گورو تم گوار گئی جنم جنم رکھو ارے
کہوں نہ پار اتر چرا تہہ کیسے کھ ۱۱ ہمارے

۱ خدا ہمیشہ دل میں موجود ہے ۲ غرور، گھنڈ ۳ ہمیشہ ۴ فطرت

۵ سچ ۶ خدا، اللہ ۷ ہمیشہ کپڑا بننے ہیں، تانا کرتے ہیں۔

۸ گئے ہیں ۹ جب موت کے دروازے تک پہنچ جائے یعنی تو بڑھ رہا ہو جا

۱۰ گوالا، خدا ۱۱ خصم = شوہر

دنیا بیدار بیدار جنت مشیت ہوئے ہوئی

نظم بسیار پر وادریخت جم سے جای

زیب کہیںو آنب، آنب کہیںو نیبا، کیلا پا کا جھڑ

نالی اے۔۔۔ بے چل شیر پا کا مور کہ گدگوار

بر جبهه رشت میله بکوبید و بیستی چوبه جای

کہہ کبیر کل جات پانتی چیت ہوی چن کھائی

(سوہی لٹ)

ایک کوٹ پنج سیکڑا رانیے مانگہ

جہاں نہی میں کسی کی بوی آیا دین دکھالے

ہر کے لوگا موکو نہیت ڈسے پٹواری

اوپر بھجوا کر میں گھر پہرے پکارا یہاں تین ہوں کیا اُباری

نورِ اَدَبِ دس مُنِصِف دھاوہ رِئِیتِ نِسن نہ دی

دوری پوری مائیتہ نہیں بہہ پٹالا یہی

بہتر گھر ایک پر گھر سہا نیا اِن دیا نام لکھائی

دھرم رائے کا دیکھتر سو دھیاں باکی رہیم نہ کائی

سنتاں کو مت کوئی نیندہ سنت رام ہے ایکو

کہہ کہیں میں سو گرو یا گیا جا کا ناؤں بیکیو

۲۔ قابل اعتماد اور طاقتور نگہبان

۶ حالاتِ حالۂ کیفیت

۵۔ کیفیت کا اظہار زحمت کا سبب ہوتا ہے۔ اس شعر میں کسان سے روح
کسان سے جو اس غم سے کیفیت طلب کر رہا ہے حکمت و سائنس، زمین و آسمان سے

لہذا ان سے خواہی کہ، کیفیت طلب کرنے سے تکلیف دینا، زمین جوتے سے
گفتنی اور روحانی معاملوں کے نتیجوں کی طرف اشارہ مقصود ہے

بہمیشہ، منت ۛ نفس ۛ نو محمدار، نوزدراہ ۛ ۛ منصف ۛ ۛ ۛ

۱۳۳ = رعیت = جذبہ عبدیت ۱۳۴ ڈال اور تحفے = بیگار = خیالوں میں بھٹکانا

۱۱ معارف ۱۲ رشوت

۱۱ بہتر کو ٹھے والا گھر = جسم

۱۱ دفتر راج کا دفتر، مصنف کا دفتر ۱۲ نیکی اور بدی کا علم

(جیو)

کیوں ہے گڑب گڑب
(بھیرو) دھور کوٹ آرو پور کھای

[illegible]

۱۔ اسے بکری کہتے ہیں۔ ۲۔ اسے بکری کہتے ہیں۔

بہت زیادہ (شمار و مقدار میں) ۲. سیمیں: حریت (بالوں میں بچھ گیا

۴۔ پانچویں سے چنانہیں جاسکتا۔ یا تقریباً کچھ ہی بچہ کہ جانو بہت ہے غلوں کی خدمت سے

۷۔ ہانکا ۸۔ دوپہر کا کھانا ۹۔ غذا اور روت کا خزانہ ۱۰۔ چپوٹی جو بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ ۱۱۔ انکسار کی عمر مت ہے

۱۱ تا اثرات، معجزات اید معرفت کا

۱۲ پانچ عناصر (اصلی) پچیس خواص جو کائنات کی تخلیق یا ذریعہ ہیں

۱۲) محبت ۱۳) غصه

ہا سب سے قوی مایا ہے یعنی خواہشات۔

(بھیرو)

جب لگ میری میری کرے | تب لگ کان ایک بنیہ سرے
 جب میری میری میٹ جی | تب پرچہ کان سوارہ آن
 ایسا گیان بچارو منا | ہر کی نہ سمرہ دکھ بھنجا
 جب لگ سنگھ رہے بن ماہ | تب لگ بن پھولے ہی ناہ
 جب ہی شیار سنگھ کو کھائی | پھول رہی سنگی تیرائی
 جیتو پورے ہارو ترے | گدہ پر سادی پار اترے
 داس کبیرو کہتے سمجھائی
 کیول رام رہیہہ بولائی

(بنت)

جو کھسم ہے جا گیا || پوت باپ کھینڈ گیا
 بن خسترو نا کھیرو پلا گیا

۱۔ جب تک جنگل (جسم) میں ستیر (نفس) قوی رہے گا اس وقت تک جنگل میں
 (روحانی قوتیں) پروان نہیں چڑھ سکتیں ۲۔ یہ بسیار مرشد
 ۳۔ جہاں جنگل اکتے ہیں جسم بے ڈوبے ۴۔ عورتوں میں
 ۵۔ پیدا کیا ہوا، جنا ہوا ۶۔ لڑکا ۷۔ بے علم
 ۸۔ بغیر کھن کے دودھ پلا یا یعنی کھو ہوا علم دیا۔

کام کواری دکھ سکھ درباری پاپ پن درواجا
 کوودہ پردھان چھابڑ دندرتہ من ماواسی راجا
 سواد سناہ ٹاپ مٹا کو کبندھ کمان چڑھائی
 رستنا تیر رہے گھٹیا بھیراد گڑھ لیو نہ بھائی
 پریم پلینا سریت ہوا کی گولا گیان چلا گیا
 برہم اس سچے پر جانی ایکہ چوٹا سجھا گیا
 سنت شتو کھ لے لے لگا تو رہے دی درواجا
 سادھ سنگت آرو گری کر پاتے پکیر پو گڑھ کوراج
 بھکوت بھیڑ سکت بھرن کی کٹی کالی بھیم پھاسی
 داس کبیرو چڑھیا گڑھ اوپر ران لیو اپنا سی

۱۔ سردار، سپہ سالار ۲۔ بہت زیادہ بکواس کرنے والا
 ۳۔ نفس (صبیت) ۴۔ بقرہ، کھانا
 ۵۔ امتا، محبت ۶۔ عقلی کی کمان چڑھائی
 ۷۔ فلیتہ، فقیلہ ۸۔ توپ (روح)
 ۹۔ علم معرفت کے گولے چلائے ۱۰۔ اطمینان، حق
 ۱۱۔ لڑنے لگا ۱۲۔ سادھو کی صحبت اور مرشد کی توجہ سے
 ۱۳۔ طاقت، قوت ۱۴۔ ایسا راج حاصل کر لیا جو کسی طرح ہٹ نہیں سکتا

کہہ کبیر من سرسی کاج
سہج سمانوتا بھرم بھاج

دیکھہ لوگا کل کو بھاؤ
پوگا بن ہیریا مارتا
نن راہن زبے سودے
بن استھن گرو بیری
ست مٹکائی اپنی ماؤ
بدنے بن کھر کھر پاستا
بن پاستن کثیر بلووسے
پیڑے بن باٹ گھیری
بن ست گر باٹ نہ پائی
کہہ کبیر سبھا ہی

(بنت)

بیک ایک بنجارتے پانچ
نوبہیاں دس گون آہ
موہ ایسے پنج سپونہیں کاج
سات سوت مل پنج کین
پن جگاتی کرت راز
پونجی ہرانی پنج ٹوٹ
برودہ بچک سنگ کاج
کشن بہتر لاگی تاہ
جہر گھنے مول بنت بڑھے بیان
کرم بھاؤنی سنگ لین
چلو بنجارا ہاتھ جھار
دھیس ٹانڈو گیسو پھوٹ

۱ آزاد کرنا ۲ اپنی ماں = داما (خواہشات ۳ لات ۴ منہ
۵ پھل کھل کر ۶ برتن = صداقت ۷ دودھ = حقایق و معرفت کی باتیں
۸ محسن، حقیقت ۹ لاج، محبت ۱۰ علایق، متعلقات و درخت
۱۱ ایک ناپک = جیم ۱۲ پانچ بنجارتے = حواس خمسہ ۱۳ بیل = دنیا کو جو دیکھنے والے قوتیں
۱۴ کچا ہے آؤ دریاں، دروازے، سمتیں ۱۵ بوری = دس جستی قوتیں
۱۶ بہتر بییاں، رستیاں ۱۷ سات دھاتیں ۱۸ عورت
۱۹ یعنی: ست گرد، ست گرد، رجو گرد ۲۰ لڑائی جھگڑا
۲۱ سرمایہ = اصل حیات = روح ۲۲ دس حواس

نواج سوئی جو بنیاد بچارے کلا اکلہٹہ جانے
 یا پچھم مس سلا بچھاوے تب تو دین پچھانے
 کھٹم پچھان ترس کر جیہ مہر مار نہنی کر پھسکی
 آپ جنائی اور کو جلنے تب ہوئی بھست سسری
 مائی ایک بھیکہ دھرنانا نان تان مہر برہم پچھانا
 کہے کتیرا بھست چھوڑ کر دو جک سون بانا

(آسا)

روجا دھرے مناوے اللہ شواہت جیہ سنگھارے
 آپا دیکھ اور نہیں دیکھے کاہے کو جھکھ مارے
 کاجی ساہب ایک تو ہی مہر تیرا سوت بچار نہ دیکھے
 کھیر نہ کرہ دین کے پورے تاتے جنم ایسے

۱۔ نازدہ ہے جو فکر و عمل میں اعتدال (نیاسے) پیدا کرے ۲۔ کلمہ کو عقل سے
 (شعوری طور پر) قبول کرے ۳۔ پانچوں وقت خلوص کے ساتھ مصلحا بچاے
 (نماز پڑھے) تب سمجھ جائے کہ اس نے دین (مذہب) کو پہچان لیا۔
 ۴۔ مالک کو پہچان کر دل میں اس کا خوف پیدا کرے ۵۔ غرور کو مار کر حقیقت سے
 ۶۔ خود بھی حقیقت کو پہچانے اور دوسروں تک بھی اس علم کو پہنچانے تب
 وہ بہشت میں شریک ہوگا۔

۷۔ جنت کو چھوڑ کر دوزخ سے تعلق پیدا کر لیا ہے۔
 ۸۔ ذالِقہ زندگی کے ساتھ ساتھ ہیں۔
 ۹۔ قاضی اور مالک
 ۱۰۔ کمزوری اگر خبر گیری نہ کر دے
 ۱۱۔ بے حساب، پریشان

صوفی مت سے تعلق رکھنے والے شعر
 (گوڑی)

پھر مان تیرا سرے اوپر پھر نہ کرت بچار
 تہیں دریا، تہی کرتیا، بچھہ تے ستار
 بندے بندگی اکتیار ۱۱ ساہب روس دھرو کہ پیار
 ۱۲ تیرا آدھار میرا جیوں پھول جیہ ہے نثار
 کہہ کتیرا گلام گھر کا جیاسے بھاوے مار

(آسا)

ہم مسکین کھدائی بندے، تھرا جس من بھاوے
 اللہ اول دین کو ساہب جو رہ نہیں پھر ماوے
 کاجی پولیا بن ہنہ آفسے
 روجا دھرے، نان گجارسے، کلما بھست نہ ہوئی
 سہتہ کروا گھٹ ہی بھیر جو کر جانے کوئی

۱۔ آپ کا زمان میرے مرے اوپر ہے ۲۔ تو ہی دریا ہے اور تو ہی طالع ہے ۳۔ اے بندے تو جہل اختیار
 ۴۔ آپ صاحب میں، طعنے ہوں یا پیار کریں ۵۔ آگ پھول ہو جائیگی ۶۔ یہ آپ کے گھر کا غلام ہے
 ۷۔ ہم مسکین، خدا ہی کے بندے ہیں، جیسا بھی تھا رہا جی چاہے سوا رکھو اللہ اول ہے سب سے
 ۸۔ قدیم ہے ۹۔ کمزور کے ساتھ جو رہا ظلم نہ ہو ۱۰۔ ٹھیک طرح سے بولنا نہیں آتا ۱۱۔ روزہ رکھ
 ۱۲۔ نماز ادا کرے اس کے باوجود کلمہ بھی درست (سنت) نہیں ہو سکا ۱۳۔ آگن مرنا یعنی سب سے
 ۱۴۔ کڑوی ہوتی ہے ۱۵۔ لیکن گرنتھ صاحب میں اس طرح سے ہے
 ۱۶۔ ستر کعبہ گھٹ ہی بھیر جیکر جانے کوئی

آسمان میان لہنگ دریا گسل کردن بود
 کر بچکر دایم لای چشم جہتہا موجود
 اللہ پاک ہے شک کرو جے دوسر ہوئی
 کبیر کرتیم کریم ہا اہ کرے جانے سود

(پر بھائی)

اول اللہ نور اپاتیا کدشت کے سبھی بندے
 ایک نور تے سبھ جگہ اچھا کون پھیلے کو مندے
 لوگا بھرم نہ بھولہ بھائی
 کھایک کھلک کھلک مہہ کھایک پور رہیو سب ٹھائی
 مائی ایک آنیک بھانت کر ساجی ساجن ہارے
 ناکچہ پونج مائی کے بھانڈے، ناکچہ پونج کنہارے

۱۔ یہ شریہ زبان فارسی معلوم ہوتا ہے لیکن غلطی لفظ ناقابل فہم ہیں جو کچھ میں آتے ہیں
 یہ ہیں : آسمان میان ... دریا غسل کردن بود
 ... فقر ... دایم ... چشم جہت یا موجود
 ۲۔ شک ... کریم یعنی خدا کا کریم ہے
 ۳۔ سب سے پہلے خدا نے اپنا نور پیدا کیا ۴۔ قدرت
 ۵۔ خالق میں خلق اور خلق میں خالق کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے
 ۶۔ سب ٹھامیں (ہر جگہ) موجود ہے
 ۷۔ سجانے والے (خالق) نے ایک مٹی سے مختلف قسم کی سورتیں پیدا کیں
 ۸۔ یہ کھار ہی کچھ پونج (لچر، اناڑی) ہے

ساعت حیب بلکھانے اللہ نار پیر کہ نہیں کوئی
 پڑھے گئے ناہیں کچھ پورے جو دل مہر کھیر نہ ہوئی
 اللہ گیت سگل گھٹ بھیر ہر دے یہ ہو پیا
 ہندو ترک دہوں مہر ایکے کہنے کبیر پکارن

(تلنگ بانی)

بہ کیتہ پاپ پتر بھائی دل کا پھکر نہ جائی
 دے دم کر اڑی جو کرہ ہا پتر بھور کھڑائی
 بنسہ کھوچ دل ہر روز نا پھر پریٹ نا مانہ
 اہ جو دنیا پر دھیر دھیر دستگیری نا مانہ
 دروگ پڑھ پڑھ کھسی ہوئی پیکھر باد پکاہ
 کھک سچ کھایک کھلک میا نے سیام مورت نا

۱۔ اران ۲۔ اللہ خیب ہے نظر میں آتا ۳۔ کل ، تمام
 ۴۔ اقترا ، گپ ۵۔ دل کا فکر دور نہیں ہوتا
 ۶۔ قرادی - اگر ذرا دم کو روک کر رکھو
 ۷۔ سامنے خدائی حاضر ہو جائیگی ۸۔ روزانہ ، ہر روز
 ۹۔ پریٹ نی میں جتن نہ رہو ۱۰۔ شہر
 ۱۱۔ دستگیری کرنے والا کوئی نہیں ہے ۱۲۔ دروغ ، جھوٹ
 ۱۳۔ حق ، خدا ۱۴۔ خالق اپنی تخلیق میں موجود ہے
 ۱۵۔ شیام

توں نا پاک پاک نہیں سوچھا تس کا مر م نہ جانیا
کیر کیر بہت تے چوکا دو جب سیو من مانیا

سبہ مہر سچا ایک سوئی تس کا کیا سبہ کچھ ہوئی
۱۔ کلم پچھانے سو ایکو جانے بند اکہیے سوئی
اللہ انکھ، نہ جائی لکھیا، گر گر دینا بیٹھا
کیر کیر میری سنکنا ناسی سرب زرخن ڈیٹھا

(پر بھانی)

بید کتیب کیر مت جھوٹے، جھوٹا جو نہ پچارے
جو سبہ مہر ایک کھدای کہت ہو تو کیو مری مارے
ملاں کیر نیا دکھدای ۱۱ تیرے من کا بھرم نہ جای
پکر جیو آ نیا دیہر بنا سی مانی کو بٹھل کیا
جوت سروپ آنا بہت لاگی کیر ہلال کیو کہ
کیا آجو پاک کیا مہر دھوئیا کیا مسیت سیر لائیا
۲۔ جودل مہر کپٹ نواج گجاءہ کیا کچھ کا بے جائے

۱۔ اللہ مطاق ہے، جو نظر نہیں آتا ۲۔ اُسے دیکھا نہیں جاسکتا

۳۔ سنکا، ڈر، کھٹکا، شبہ

۴۔ مذہبی کتابوں (بید، قرآن) کو جھوٹا نہ کہو، جھوٹا تو وہ ہے جو ان کی
تعلیمات پر غور نہیں کرتا ۵۔ مرغی کی جان کیوں لیتے ہو کہ اس میں بھی تو خدا ہے
۶۔ زخمی کیا ۷۔ حلال کیوں کیا

۸۔ وضو پاک کیا تو کیا ۹۔ مسجد میں سرٹیک یعنی سیدہ کیا تو کیا
۱۰۔ اگر دل میں کدورت یا کھوٹ ہے تو نماز پڑھنے یا حج کے لیے کعبے تک جانے سے
کیا حاصل ہوگا۔

۱۔ کیر کیر گا کہ وہ شخص ہمیشہ سے چوک گیا اور اس نے خود کو
دور سے متعلق کر لیا۔

(آسا)

۱۰۰ برس بالین بیتے ہیں کچھ تپ نہ کیو
تیس برس کچھ دیونہ پوجا پھر پیتا تا بروہہ بھٹیو
میری میری کرتے جنم کیو ۱۱ سار سوکھ جیج بلیو
سو کے سرور پال بندھاوے لوانے کھیت ہتھ وار کرے
آریو چوڑا ترنتہ لے گیو میری راکھت ملدھ پھرے
چرن، سیس، کرکین لاگے، نینن پرواسار تے
جہوا چن شدہ نہیں نیکے تب رسدھم کی آس کرتے
ہر جیو کر پا کرے لیو لاوے لا با ہر ہر نام پیتو
گر پر سادی ہر دھن پائیو آنتے چل دیانا چلیو
کہت کیتر شہنہ رسدھنہ آن دتن چھوے لے نہ کیو
آئی تلپ گو پال راے کی مائیا مندر چھوڑ چلیو

۱۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار کبیر نے باسٹھ ۷۲ برس کی عمر میں کہے تھے اور اس عمر کو انھوں نے
بڑھا ہے یہ تعبیر کیا ہے ۲۔ بوڑھ سے کل = جیسے کی صورت اسی قائم رکھنے والا سمندر
۳۔ تھکا کی صورت کا سانپ = بھجا، باہنس، بازو سے طاقت لے لی ۴۔ سوکھے تالاب کی سینڈ (پال)
بند ہوتا ہے ۵۔ کہتے ہوئے کھیت کی نگرانی کرتا ہے ۶۔ چور = موت ۷۔ ہوتو ت
۸۔ پیر، سر، ہاتھ کا نیند لگے بڑھاپے کے اثرات دیکھ ہو گیا ۹۔ آنکھوں سے بے فائدہ پانی
پہنے لگا ۱۰۔ جس وقت زبان سے بات بھی صاف نہیں نکلتی ۱۱۔ فائدہ مند، نفع بخش
۱۲۔ جب بھٹے لگیں، جسم مادون ہو جائے ۱۳۔ مالک کی طرف سے دی آگ

متفرق اشعار

گوری

۱۔ نندو نندو مہو کو لوگ نندو

نندا جن کو کھری پیاری
نندا ہوی تے بیگنہ جاییے
رکت شدہ جو نندا ہوی
نندا کرے سو ہمارا میت
نندک سو جو نندا ہورے
نندا ہماری پریم پیار
نندا باب نندا ہتاری
نام پندار تھ منہہ سائیے
ہمے کیرے نندک دھوی
نندک ماہنہ ہمارا چیت
ہمارا جیون نندک نورے
نندا ہمارا کرے ادھار
جن کیتر کو نندا سار
نندک ڈوبا ہم اترے پار

۱۔ کہا گیا ہے کہ کبیر فرقہ علامت سے تھے یعنی انھوں نے خود پر ایسی حالتیں ظاہر کر لی
تھیں کہ لوگ انھیں علامت کریں۔ یہ شعر اسی خیال کے مؤید ہیں۔
۲۔ علامت، بدنامی۔ ۳۔ ماں، والدہ
۴۔ مادہ، اصل ۵۔ ہندی: شدہ = پاک، نیکنام
۶۔ ہمارے کپڑے علامت کرنے والا ہی دھو نیگا، نجاست کو دور کر کے
پاک کر دیگا۔ ۷۔ برا کہنے والا، علامت کرنے والا
۸۔ برابر کرے، ڈھونڈ نکالے ۹۔ آرام پہنچاتا ہے، لطیف بناتا ہے
۱۰۔ اصل کرتی ہے، نفع پہنچاتی ہے ۱۱۔ نگہبانی کرنے والا، ناخدا

کیوں چھوٹوں کیسے تروں بھول نہ بھاری
 راکھ راکھ میرے بیٹھلا جن سترن تمھاری
 پکھے پکھے کی باسنا تجا نہ جائی | | ایک جتن کر را کھئے پھر پھر نیپائی
 جراجیون جو بن گیا کچھ کیا نہ نیکا | | اڈ جیرا ترمول کو کوڑی لگ میکا
 کہتے کہتے میرے مادھوا توں سرب بیالی
 تم سسر ناہیں دتیاں موہ سسر پانی

(گوند)

سنت بے کچھ سینے کہیئے
 یابا بولنا کیا کہیئے
 سنس بسو بولے اپجاری
 بولت بولت بڑھہہ بکارا
 بے اسنت ہٹ کر رہیئے
 جیسے رام نام رڈو رہیئے
 مورکھ سیو بولے جھک مارنا
 بن بولے کیا کرہ بچارا
 کہتے کہتے چھو چھا گھٹ بولے
 بھریا ہوئی سو کہو نہ ڈولے

۱۔ بھل، بھٹو کی ایک مورتی ۲۔ ہندی، شرٹڈ پناہ ۳۔ اس انمول زندگی کو کوڑیوں کے مول
 سمجھ کر چھینک دیا ۴۔ آپ کا جیسا چہرہ پای اور میرا جیسا خطا کا درد سہا نہیں ہو سکتا ۵۔ سنت بھگتوں
 پر اپنی مناسبت سے اقدار دے کر کہتے ہیں ۶۔ جو سنت نہیں ہے اگر اس کا سامنا ہو تو خاموش رہنا ہی مناسب ہے
 ۷۔ ہٹ، ہٹش = خاموش رہنے کا اشارہ ۸۔ لطف حاصل کرنا، کھو جانا ۹۔ فلاح حاصل ہونا
 ۱۰۔ بسودھیتی ۱۱۔ جو شخص جاہل سے بولیگا گویا جھک مارے گا ۱۲۔ وہ بولتے بولتے ہی بیکار
 ہوڑھا ہو گیا۔ وہ بولنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے ۱۳۔ خانی۔

(گوجری چویدا)

چار پاؤں دی سنگ گنگ تک تب کیسے گن گئی ہے
 ادھت بیٹھت ٹھیکا پری ہے تب کت موند لکھی ہے
 ہرین بیل پرانے ہوئی ہے
 پھاٹے ناکن، ٹوٹے کا دھن کوڑو کو بھس کھئی ہے
 سارو دین دولت بن مہیا آجہ نہ پیٹ آکھی ہے
 جب بھگتن کو کہو نہ مانو کیو اپنو پتی ہے
 دکھ سکھ کرت رہا بھرم بوڑو ایک جون بھرتی ہے
 رتن جنم کھوئی تو پر بڑا سر تو اہ او سرگت پتی ہے
 بھرت پھرت تینگ کے کپ جی تو گت بن رین بھی ہے
 کہت کہت کبیر رام نام بن موند ڈھن پھرتی ہے

(بلاول)

گرہ تج بنکھنڈ جی ہے چن کھئی ہے کندا
 آجہوں بکار نہ چھوڑی اسے پانی من مندا

۱۔ گونگا ۲۔ ٹھیکا، ڈنڈا ۳۔ تب سر کو کہاں چھپا سیکا
 ۴۔ کو معدن جاہل کی ایک قسم ہے چنانچہ محاورہ بھی ہے "متوای کو روں کھا لینا"
 ۵۔ چھک جائیگا، سیر ہو جائیگا ۶۔ اپنا کیا ہوا پائیگا
 ۷۔ باز ملے

زج گن، تم گن، ست گن کہئے ایہ تیری سبھ مائی
 چوتھے پد کو جو ترو چیتھے تن ہی پر م پد پائی
 تیرھ برت نیم سنج سنجم سدا رہے نہکا نا
 ترستا آرو مائی بھرم جو کا چوت آتم راما
 جہہ مندر دیکھ پر گا سیا اندھ کار تہہ ناسا
 نہ بھو پور رہے بھرم بھاگا کہہ کبیر جن داسا

ایضاً

کام کرودھ ترو سنا کے لینے گت نہی ایکے جانی
 پھوٹی آنکھ پہ کھو نہ سوچھے بود موعے جن پانی
 چلت کت ٹیڑھے ٹیڑھے ٹیڑھے
 آشت چرم پٹا کے موندے درگندھ ہی کے ٹیڑھے
 رام نہ جپہ کون بھرم بھولے تم تے کال نہ دورے
 انک جتن کراو تن را کہہ رہے اوستھا پورے

۱۔ صفات ظاہری ۲۔ منفی اوصاف ۳۔ صفات حسنہ
 ۴۔ چوتھا مرتبہ = نجات ۵۔ ہندی = شوچ = پاک ۶۔ ڈوبا ہوا، جکڑا ہوا
 ۷۔ پھوٹی آنکھ سے کچھ بھی نہ کھای دیتا ۸۔ ہڈی ۹۔ ہندی = ویشٹا = بیٹ، پاتخانہ
 ۱۰۔ بیٹ سے ڈھٹا ہوا، بند کیا ہوا

۱۱۔ بدبوہی کا پردہ

۱۲۔ تم کس دھوکے میں پڑے ہو، موت تم سے دور نہیں ہے۔

(مارو)

رام سر بچھتا ہینگا من
 پاپی جیڑا لوبھ کمرت ہے آج کال اٹھ جا ہینگا
 لالچ لاگے جنم گواٹیا مائیا بھرم بھلا ہینگا
 دھن جو بن کر گرٹ نہ کیجے کا گد جیوں گل جا ہینگا
 جو جنم آئے کیس کہہ پٹکے تا دن کچھ نہ بسا ہینگا
 سمرن بھجن دیا نہیں کینی تو تکہ چوٹا کھا ہینگا
 دھرم راسے جب لیکھا مانگے کیا مکھ تے کے جا ہینگا
 کہت کبیر سنہہ رے سنتہ سادھ سنتت تر جا ہینگا

(کیدارا)

آست رندا دواو بہر جت تجہ مان اٹھانا
 توہا کنچن شمس کر جاہیں تے مورت بھگوانا
 تیرا جن ایک آدھ کوئی
 کام کرودھ لوبھ موہ بہر جت ہر پد چیتھے سوئی

۱۔ دولت اور جوانی کا غرور نہ کیجیے کہ یہ بے ثبات ہیں ۲۔ کاغذ کی طرح گل جاٹیکا
 ۳۔ جب موت کا فرشتہ سر کو پکڑ کر پٹک دینگا۔

۴۔ تو منہ کی چوٹ کھاٹیکا

۵۔ تو صیغ اور ملامت دونوں بے سود ہیں ۶۔ غرور

۷۔ جو لوہے اور شیشے کو یکساں خیال کریں۔

آوت سنگ نہ جات سنگاتی کہا بھینو در باندھے ہاتھی
لنکا گڑھ سونے کا بھینا مورکھ رادن کیا ہے گتیا
کہہ کبیر کچھ گن بیچار
چلے جو آری دوی ہتھ جھار

(ایضاً)

سو ملاں جو من سیولرے گر ایدیس کال سو جڑے
کال پڑکھ کا مردے مان رس ملا کو سد اسلام
ہے ہجو رکت دور بتا وہ دندر باندھہ سند پا وہ
کاجی سو جو کا نیا بیچارے کائیا کی اگن برہم پر جازے
سینے بند نہ دے اسی جھرنا رس کاجی کو جرانہ مٹا
سو سرتان جو دوی سرتلے باہر جاتا بھیر آنے

۱ کیا ہوا اگر کسی نے اپنے دروازے پر ہاتھی باندھ لیے

۲ جو آری دونوں ہاتھ جھاڑ کر چل دے

۳ ملا (غریب پر بیچ عمل کرنے والا) وہ ہے جو اپنے نفس سے مقابلہ کر کے اسے زیر کرے

۴ موت سے مقابلہ کرے ۵ موت کا فرشتہ ۶ سامنے ہے

۷ جو معرکہ کو سر کرے ۸ وہ عیش پامیکا

۹ سلطان — اس لفظ کے 'ہندوی' میں مروج تلفظ سے کبیر نے یہ غلط

معنوں تلاش کیا ہے — سلطان وہ ہے جو دونوں سروں پر قادر رہے۔

۱۰ دوسو سوں کو جسم کے باہر نکال دیتا ہے اور تمام تجربات کو اپنے ذہن اور فکر میں جگہ دیتا ہے۔

آپن کیا کچھ نہ ہووے کیا کو کرے پرانی

جائیں بھاؤے ست گرو بھینے ایکو نام بکھانی
بلو ا کے گھوڑا تھہرے پھلوت دیہہ آتیا نے
کہہ کبیر جہہ رام نہ چیتو بوڈے بہت سیانے

(ایضاً)

چار دن اپنی نوبت چلے بجائے
اتک کھٹیا گھٹیا مٹیا سنگ نہ کھٹے جائے
دیہری بھینا جہری رووے دوارب نو سنگ مات
نربٹ لگ سبھ لوگ کٹھن دل تنس اکیلا جائے
وے ست وے پت، وے پڑ پاٹن پڑ نہ دیکھے آے
کہت کبیر رام کی نہ سیرہ جہم اکا رتھ جائے

(بھیرو)

نانگے آون نانگے جانا کوی نہ رہے راجا رانا
رام راجا نو بندھ میرے سینے ہیٹ کلت دھن تیرے

۱ حیوان، بھارت آدمی، فرد ۲ ہوشیار، چالاک ۳ کھاٹ، گھڑی، گھڑا

۴ دہلیز میں بیٹھی ہوئی ۵ عورت، بی بی ۶ ماں

۷ چٹن، ایک شہر کا نام ۸ سنیت، دولت ۹ عورت، بی بی

کہتے ہر تاپ گاؤں سو پائے دُئی لاکھ نکا برات
 دس چار کی کرہ سا ہی جیسے بہر پات
 ناکو دے آئیو ایہ دھن، نہ کو دے جات
 راون ہوں تے ادھک چھتر پت کھن منہہ گیے برات
 ہیر کے سنت سدا تھر پو جہو جو ہر نام جیات
 جن کو کیریا کرت ہے گو بند تے ست سنگ پلات
 مات، پتا، بنتا، رت، سنیت انت نہ چلت سنگات
 کہتے کبیر رام بھیجے بورے جنم آکار تھ جات

لگن منڈل مہہ لک کر کرے سو سرتان چھتر پسر دھرے
 جوگی گورکھ گورکھ کرے ہندو رام نام اچرے
 مسلمان کا ایک کھدائی
 کبیر کا سوامی رہیا شمای

(بھیرو بانی)

سمجھ کوئی چلن کہت ہے ادھناں نا جانو بیکنٹھ ہے کہاں
 آپ آپ کا مر م نہ جانا بائن ہی بیکنٹھ بکھانا
 جب لگ من بیکنٹھ کی آس تب لگ ناہیں چن نو اس
 کھای کوٹ نہ پزل پکارا نا جانو بیکنٹھ دوارا
 کہے کبیر اب کہئے کاہ
 سادھ سنگت بیکنٹھ آہ

(راگ سارنگ بانی)

کہا نر گر بس تھوڑی بات
 من دس نانچ، ٹکا چار، گانٹھی اینڈو ٹیڑھو جات

۱۔ لشکر، فوج ۲۔ خدا ۳۔ آسمان والا
 ۴۔ قلعہ ۵۔ چار دیواری کا پتھر، فصیل کا پتھر
 ۶۔ اینڈو، اینٹھ کر

۱۔ صاحبی، مالک ہونا

۲۔ روتے ہوئے

۳۔ گرنتھ صاحب سکین (اصل میں) "جہو"

اردو کے حروف تہجی
جس میں حروف کی ساخت اور
ارتقا سے متعلق پہلی بار گفتگو کی
گئی ہے۔ قیمت: پانچ روپے

برہن کی کہانی
یعنی سلطان الشیر محمد مقصود مقصود لکھنوی
کا بار کا صاحب
جس کے مقدمہ میں اس فن کی اہمیت اور
ارتقا سے بحث کی گئی ہے۔ قیمت: پانچ روپے

قاعدہ ہندی ریختہ
عرف
رسالہ گل کرمیٹ
جس کے مقدمہ میں زبان کے ارتقا
سے متعلق تحقیقات کا جائزہ لیا گیا
ہے اور حواشی پر قواعد کے بارے
میں متعدد نوئی اور نہایت نتیجہ خیز
بحثیں کی گئی ہیں۔ قیمت: ساڑھے سات روپے

پدما کی مختصر فرہنگ
جس کے مقدمہ میں اردو کی ابتدا کے مسئلہ
سے بحث کی گئی ہے اور فرہنگ میں ہر لفظ
کی اصل اس کے تلفظ، معنی اور عمل استعمال
کا تعین قدیم تر مآخذ کی روشنی میں
کیا گیا ہے۔ اردو میں یہ اپنی نوعیت کی
پہلی اور واحد فرہنگ ہے۔ قیمت: ساڑھے سات روپے

اردو صرفت
قیمت: دو روپے پچانوے پیسے
اردو سنو
قیمت: ایک روپیہ پچانوے پیسے
ان میں اردو قواعد کے ضابطوں کو نہایت
آسان زبان میں قلمبند کیا گیا ہے۔

غالب بلیو گرافی
جس کا پہلا حصہ غالب کی اور غالب سے
متعلق کتابوں دو مزاحمہ رسالوں کے غالب
نمبروں اور تیسرا حصہ رسالوں کے متنسرق
مضامین پر مشتمل ہے۔ قیمت: ساڑھے سولہ روپے

کہتے پر تاپ گاؤں سو پائے دئی لاکھ نکا برات
دوئیں چار کی کرہ سا ہی جیسے نہریا پات
ناکوؤ لے آئیو ایہ دھن، نہ کوؤ لے جات
راون ہوں تے ادھک چھتر پت کھن منہ پر گئے ہار
پہر کے سنت سدا تھر پو جہو جو تھر نام جیات
جن کو کرپا کرت ہے گو بند تے سنت سنگ ملات
مات، پتا، بنتا، مت، سنیت انت نہ چلت سنگات
کہتے کہتیر رام بھیجے بورے جنم آکار تھ جات

۱۔ صاحبی، مالک ہونا

۲۔ جنگل کے درخت

۳۔ روتے ہوئے

۴۔ گرختہ صاحب لیکن اصل میں "جہو"